

## مقام صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”من كان مستنًا فليستن بمن قدما، أولئك أصحاب محمد ﷺ كانوا خير هذه الأمة أبرها قلوبا وأعمقها علما وأقلها تكلفا، قوم اختارهم الله لصحبة نبيه ﷺ ونقل دينه، فتشبهوا بأخلاقهم وطرانقهم فهم كانوا على الهدى المستقيم.“

(شرح السنة للبغوي: ۱/ ۲۱۴)

”جو شخص راہِ سنت کو اپنانا چاہتا ہے اسے ان لوگوں کے طریقے کو اپنانا چاہیے جو گزر چکے ہیں، یعنی صحابہ کرام کے طریقے کو جو اس اُمت کے افضل ترین، حد درجہ نیک طینت، نہایت پختہ اور گہرے علم و معرفت کے حامل تھے۔ ان کے یہاں تکلف و تصنع ناپید تھا۔ وہ ایسی جماعت تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی رفاقت اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے منتخب فرمایا تھا، لہذا ان کے اخلاق و عادات اور اطوار سے مشابہت اختیار کرو کیوں کہ وہی لوگ راہِ راست پر تھے۔“

## اتحاد امت کا صحیح معنی

امت مسلمہ کے اتحاد کی ضرورت کے قائل تمام افراد اور جماعتیں ہیں، البتہ اتحاد کی بنیاد اور اس کے مقصد میں اختلاف ہے، چونکہ اس اتحاد کا حکم اسلام نے دیا ہے اور اسی کے مقاصد کے حصول کے لیے اتحاد کی کوشش ہے، اس لیے اتحاد کی بنیاد بھی وہیں تلاش کرنا چاہیے۔ سورہ آل عمران کی آیت ۱۰۳ میں اعتصام بحبل اللہ کا جو حکم ہے اور تفرق کی جو ممانعت ہے اسی سے مسلمانوں کے اتحاد کی بنیاد متعین ہو جاتی ہے۔

قرونِ خیر میں ہمارے لیے نمونہ ہے کہ شریعت کے حکم کی بجا آوری اور اسلامی مقاصد کے لیے ہم کس طرح متحد ہوں اور کس طرح باہمی الفت و تعاون سے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں۔ اتحاد و تعاون کا ایک نمونہ ہمارے سامنے مہاجرین کے ساتھ انصار کے برتاؤ کا ہے۔ صحابہ کی زندگی میں دوسرے متعدد ایسے واقعات پیش آئے جن میں انھوں نے اتحاد کا نمونہ پیش کیا۔ ان کے اس اتحاد کی بنیاد بلاشبہ قرآن و حدیث پر تھی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اخلاص و بے نفسی کی کمی کے پیش نظر آج اس طرح کے اتحاد میں دشواری ہے لیکن اس کے لیے صحیح بنیاد کی تعیین میں تفصیر کے لیے کوئی جواز نہیں، لہذا ہمیں کتاب و سنت کی فراہم کردہ بنیاد پر اتحاد کی کوشش کرنا چاہیے۔ اور چونکہ اس اتحاد کا مقصد رضائے الہی کا حصول ہے، اس لیے اس کا کوئی دوسرا ایسا مقصد متعین نہیں کرنا چاہیے جو شریعت سے ہم آہنگ نہ ہو۔

امت مسلمہ کے اتحاد کے ذکر سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس اتحاد کے سائے تلے ہر مدعی اسلام کو جمع کرنا مقصود ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں۔ اسلام کے بنیادی مسائل اور عمومی روح کی رعایت کے بعد ہی امت کا اتحاد مطلوب ہے، ورنہ ایسی بھیڑ سے کیا حاصل جس میں عقیدے کے انحراف سے لے کر کردار و عمل کی گمراہیوں تک سب کچھ موجود ہو؟ قرونِ خیر میں جس طرح کے اتحاد کی حوصلہ افزائی کی مثالیں ملتی ہیں ان سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کی رعایت کے بعد وقوع پذیر اتحاد ہی کی اہمیت ہے۔ (ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری)

## الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

17 محرم الحرام 1435 ھ جمعة المبارک 22 تا 28 نومبر 2013ء

شماره 45 جلد 65

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق انصاری
- ملک عصمت اللہ قلوی
- حافظ حماد شاکر
- حماد الحق نعیم

## مدیر مسئول

- حافظ احمد شاکر

## مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی

## کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد

0333-4786507

0344-4656461

## جواہر پارے

## مقام صحابہ

## کلمہ طیبہ

اتحاد اُمت کا مفہوم اور اس کی بنیاد

## اداریہ

(ڈاکٹر مفتی حسن ازہری)

## درس قرآن

تفسیر سورة الصُّفَّت ..... (۲۹)

## درس حدیث

أربعین اعتقادی ..... (۲۰)

## بدعات و رسوم

فضائل ماہِ محرم و یوم عاشوراء ..... (۳)

## اسلامی معاشرہ

معاشرے کو مثالی ..... (۲) آخری

## تعلیم و تربیت

اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے تقاضے ..... (۱)

## سیرت صحابہ

حضرت حسین بن علی المرتضیٰ علیہ السلام

## افکار معاصرین

مارشل لا کو کون روکے گا؟

## تبصرہ کتب

چھوٹے بچوں کی پرورش - ایمان کے تین درجات

## فہرست کتب

فہرست اُردو کتب محمد عطاء اللہ حنیف لاہوری

## شعر و ادب

فکرو عمل

(ماہر القادری)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج پرائیج لاہور  
 فون نمبر : 042-3735 4406  
 فیکس نمبر : 042-37229802  
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے  
 سالانہ : 500/- روپے  
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال }  
 ڈالر امریکی 60/-

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## سپریم لا؟

بدامنی عموماً دو وجوہات سے ہوتی ہے اور بڑھتی ہے۔ اولاً بے روزگاری، دوسرا عدم انصاف یعنی سزا کا فوری حکم اور فوری نفاذ نہ ہونا۔ دین اسلام نے تعزیرات و حدود کے قانون میں سرعام سزا کا جو اصول اپنایا ہے اس سے معاشرے میں جرم کی جرأت اس طرح ختم ہو جاتی ہے کہ مجرم سزا کے علاوہ سرعام رسوائی کے ڈر سے جرم ہی چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسلام نے یہ حکم جرم کی پنچ کنی کے لیے دیا ہے اور جرم کے ثابت ہو جانے کے بعد اسلام مجرم پر قانون کی گرفت ڈھیلی نہیں پڑنے دیتا جب کہ غیر اسلامی قوانین میں مجرم کو سزا سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ وطن عزیز کا آئین چونکہ برطانوی قانون ”برٹش لا“ ہی کی اسلامائزیشن ہے اس لیے ہماری عدالتوں میں مجرم کو رعایت اور شک کا فائدہ دینے کے بھرپور مواقع موجود ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے نہ فوری فیصلہ ہوتا ہے اور نہ ہی فیصلے کا فوری نفاذ۔ باقی رہا سزا کا سرعام دینا؟ اس سے چونکہ انسانی حقوق کے دعوے داروں کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے ہمارے باج گزار آقاؤں کو تکلیف پہنچانے سے بچتے ہیں۔ ہمارے حکمران اللہ تعالیٰ کے احکامات اور نبی ﷺ کے ارشادات سے انغماض کرتے ہوئے آقا یارین ولی نعمت کو خوش کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ آئین پاکستان کے مطابق اپنے سپریم لا..... قرآن و سنت..... پر بھی دائماً استفہام ہی رہتا ہے۔ قانونی مویشا گانیوں کے باعث مجرم کو بچانے کے راستے مل جاتیں، فوری فیصلے نہ ہوں اور سزا کا فوری نفاذ نہ ہو تو ظاہر بات ہے یہی بدامنی دہشت گردی بن جاتی ہے جس کے ہاتھوں آج کل وطن عزیز میں غمناک بنا ہوا ہے۔

بدامنی کی دوسری وجہ بے روزگاری ہوتی ہے۔ اس کو غربت کہہ لیں، معیشت کا عدم استحکام کہہ لیں یا اقتصادی بد حالی، لفظوں کے اس بہر پھیر کا معنی بے روزگاری ہی نکلتا ہے رعایا یا مملکت کے عوام کے لیے امن اور بنیادی ضروریات مہیا کرنا ہر حکومت کی پہلی اہم اور بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ بنیادی ضروریات میں خوراک، لباس اور ادویات شامل ہوتی ہیں، حالیہ دور میں ایندھن اور توانائی بھی اس میں شامل ہو چکی ہیں اب اکثریت کی بنیاد پر اقتدار میں آنے والی جمہوری حکومت کو چاہیے کہ وہ فول پروف گاڑیاں خریدنے..... کہ ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر..... غیر ملکی دوروں، سرکاری عمارتوں اور حکمرانوں کی رہائشوں کی تزئین و آرائش، ارکان اسمبلی کو ترقیاتی فنڈز اور ہدایا دینے اور نوازنے کی بجائے پہلی ترجیح عوام کی بنیادی ضروریات کو دیں کہ یہی خدمت ان کو اللہ کے ہاں پسندیدہ بنائے گی، اسی سے ان کی آخرت بنے گی، اسی سے ان کی حکومت کو استحکام ہوگا اور یہی خدمت ان کو دوبارہ اقتدار میں لانے کا سبب بھی بن جائے گی۔ آٹا، چاول، بجلی اور گیس کی قیمتیں بڑھانے یا بڑھنے دینے پر حکومت کو گرفت ڈینگ کی طرح مضبوط اور پالیسی کے ساتھ کنٹرول کرنا چاہیے۔ اپنے ان داتاؤں یعنی قرض خواہوں I.M.F..... کے کہنے پر ان اشیائے ضرورت کے نرخ نہ بڑھائے بلکہ ان کے نرخ پے در پے بڑھنے پر حکومت عقابانی نگاہ رکھے، سردیاں شروع ہوں تو گیس کے نرخ بڑھ جاتے ہیں اور گرمیاں آئیں تو بجلی کے۔ عدالت عظمیٰ نے بدعنوانوں سے جوار یوں وصول کیے ہیں ان کا فائدہ عوام تک اگر کوئی پہنچا ہو تو اخبارات میں اس کا ذکر ہماری نظر سے نہیں گزرے گا۔ حکومت خدام قوم (یعنی صوبائی و مرکزی اسمبلی ممبران) کو کروڑوں روپوں کے جوفنڈ دیتی ہے وہ ہم سے زیادہ جانتی ہے کہ وہ کتنے؟ کس طرح؟ اور کس قدر خرچ ہوتے ہیں اور عوام تک پہنچتے پہنچتے اس قدر ہی پہنچتے ہیں جس قدر سونا پگھلانے سے تانبہ بچتا ہے۔ میاں برادران دوسرے حکمرانوں کی نسبت رفائی مزاج سے ذرا زیادہ بہرہ ور ہیں اس لیے ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خوراک و ایندھن میں خود بھی سب سبڈی دیں اور اصحاب ثروت اہل خیر کو بھی متوجہ کر کے خوراک اور

ایندھن میں عوام کو زیادہ سے زیادہ آسانی دینے کی طرف توجہ کرے اہل خیر ان شاء اللہ ان کو مایوس نہیں کریں گے۔

اسی طرح ادویات کا حال ہے کہ ایک ہی نسخہ کی دوائی مختلف فارمیسیوں کی ہو تو صرف پیکنگ کی جاذبیت کے ساتھ ایک، دو، تین گنا تک فرق صرف اس لیے ہوتا ہے کہ جو کمپنیاں ڈاکٹر کو قیمتی تحائف دیتی ہیں یا جو فارمیسیاں نجی ہسپتالوں میں مشینریاں تحفے میں دیتی ہیں اسی بنیاد پر مفاد کی بنا پر ڈاکٹر مریضوں کو مہنگی..... کمپنی والی..... دوائیاں لکھ کر دیتے ہیں جسے انسان کے بنیادی حقوق پر ظلم بھی کہا جاسکتا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سب کچھ حکام کے علم میں نہ ہو۔ حکومت اگر ڈاکٹر حضرات کو تحائف اور سرکاری و نجی ہسپتالوں پر مشینری کی صورت میں عطیہ جات قبول کرنے پر پابندی لگا دے یا ایک ہی نسخہ کی دوائی کی ایک ہی قیمت رکھنے کی طرف دھیان کرے تو شاید کم وسیلہ مریض دوائیوں کے لیے سسکتے سسکتے نہ مریں۔

لباس، گزشتہ چند سالوں میں کپڑوں کی قیمتیں جس برق رفتاری سے بڑھی ہیں اس سے سفید پوشوں کا تن ڈھانپنا مشکل ہو گیا ہے روٹی کی مہنگائی، بجلی کی لوڈ شیڈنگ (کہ بجلی آئے نہ آئے بل ضرور آ جاتا ہے، پھر اس کے نرخوں میں سال میں کئی بار اضافہ اور اس کی پیداوار میں عدم تسلسل) ان سب مشکلات سے کسی کو انکار نہیں۔ کیا حکومت اس شعبے میں کچھ نہیں کر سکتی؟ حکمرانوں نے اپنے پاس ایسے ایسے عبقری رکھے ہوتے ہیں کہ وہ صحرا کو آباد اور بنجر علاقوں کو ہریالی دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ انہی گزراشتات پر اکتفا کرتے ہوئے حکمرانوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے دور میں خلق خدا کی بھلائی اور امن کے منصوبوں کو ترجیح دے کر محتاجوں اور مسکینوں کی دعائیں لیں کہ زبانِ خلق نقارہ خدا ہوتا ہے۔

## ایک ہی حل:

راولپنڈی میں ہونے والے افسوسناک واقعہ پر ہر پاکستانی کی طرح ہم بھی مغموم، ملول، افسردہ اور پڑ مردہ ہیں کہ وطن عزیز اس وقت عالمی طاغوت کے تخریبی منصوبوں کا ہدف بن چکا ہے اس لیے کہ اس خطے کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جن اہم ترین نعمتوں..... موسم، افراد، صلاحیت، رفتار کار اور تخلیقی ذہانت..... سے نوازا رکھا ہے وہ اغیار کو ایک آنکھ نہیں بھاتیں، باصلاحیت، مخلص، جاں نثار اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے سے سرشار عساکر ہی دشمن کے سینے پر مونگ دل رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے وطن عزیز کی حفاظت کی خاطر صنم خانوں سے اس سرزمین کو پاسبان مہیا کر دیے یعنی وطن عزیز کو ایٹمی قوت کی صلاحیت عطا کر دی۔ وطن عزیز کے ایٹمی ٹریک پر چلنے کی جب سے اغیار کو بھنک پڑی تب سے اس نے اہل وطن کو باہم لڑانے کی کوششیں تیز کر دیں۔ یہ سازشیں مختلف وقتوں میں مختلف عنوانوں پر ہوتی رہیں لیکن اللہ بھلا کرے تمام مسالک کے سلیم الفکر علماء کا کہ انھوں نے مل بیٹھ کر اس طرح کی دسیسہ کاریوں کو ہمیشہ ناکام بنا دیا، باہمی مشاورت سے مسلکی عنوان پر پافسادات کی تہہ تک جب بھی علماء اپنے اور تحقیقات کے نتائج سامنے آئے تو ان میں ہیولوں کی صورت میں نادیدہ ہاتھ ہی نظر آئے جن کو سرکاری آنکھ ہی دیکھ سکتی اور سرکاری کان ہی سن سکتے ہیں ورنہ یہ عام انسانوں کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ یہ مسلکی ہنگامے نہیں ہوتے بلکہ بعض ناہنجاروں کی عاقبت نااندیشی کے باعث تخریب کار اپنا رنگ دکھانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ راجہ بازار کی اس معروف مسجد میں تقریباً نصف صدی سے جمعۃ المبارک کا خطبہ بھی ہوتا تھا، جماعت بھی ہوتی تھی اور یہی بازار جلوس کی گزرگاہ بھی تھی۔ لیکن اس مرتبہ باور یہ کیا جا رہا ہے کہ یہ ہنگامہ انتظامیہ کی نااہلی، مقامی فورسز کی عدم توجہی کے باعث ہوا یا سوچی سمجھی سازش سے ہوا۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ مجرمین تک پہنچ کر ان کو سرعام سزا دینے کی ریت ڈال دے کہ یہ ہنگامہ انصاف کا متقاضی ہے اور اس ہنگامے کے مرتکبین کسی بھی رحم کے قابل نہیں۔ ان صفحات میں اس سے قبل ہم ایک سے زیادہ مرتبہ حکمرانوں کے دروازے پر یہ دستک دے چکے ہیں کہ مذہب کے نام پر تمام جلوسوں کو چار دیواری میں پابند کر دیں اور کسی بھی جلوس کو شارع عام استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ شارع عام پر جلوسوں کی ریت وطن عزیز ہی میں ہے دیگر تمام ممالک میں خوشی غمی کے غیر شرعی جلوس چار دیواری ہی میں نکالے جاتے ہیں۔

## تفسیر سورة الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اور افعال مقاربہ میں سے ہے۔ یہ افعال کسی فعل کے قریب الوقوع ہونے کے بیان کے لیے آتے ہیں، جیسے یہاں فرمایا کہ یقیناً قریب تھا کہ تُو مجھے ہلاک ہی کر دے۔ ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَوْ لَا أَنْ تَبْتَنَكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكُنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۷۴]

”اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھے ثابت قدم رکھا تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ تُو کچھ تھوڑا سا ان کی طرف مائل ہو جاتا۔“

﴿لَتُرْدِينَ﴾ لام مفارقت ہے۔ ”تردین“، ”الردی“ سے ہے جس کا معنی ہلاکت ہے۔ تردین، ارداء (باب افعال) سے مضارع کا صیغہ ہے جس کا معنی ہلاک کرنا ہے، یعنی تو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔

﴿وَلَوْ لَا نِعْمَةٌ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ﴾ ”اور اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی تو یقیناً میں بھی ان میں ہوتا جو (جہنم میں) حاضر کیے گئے ہیں۔“ آج میرا بھی وہی حشر ہوتا جو تمہارا ہو رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں تیری چکنی چڑی باتوں میں نہ آیا ورنہ تُو نے گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

گویا تیرے بھرے میں میں نہیں پھنسا تو یہ میرا کوئی کمال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ جنتی اسی حقیقت کا اظہار یوں کریں گے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ﴾ [الأعراف: ۴۳]

”سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے

﴿قَالَ تَاللَّهِ﴾ اس کے بعد جنتی اسے طعن و ملامت کرتے ہوئے کہے گا: ”اللہ کی قسم۔“ ت حرف قسم ہے جیسے باور و ہے۔ اور قسم کے لیے کہا جاتا ہے: تاللہ، باللہ، واللہ۔

علامہ زحتری نے آیت ﴿وَتَاللَّهِ لَا يَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ﴾ کے تحت کہا ہے کہ حروف قسم میں حرف ”ب“ تو اصل ہے اور ”و“ اس کا بدل اور ”و“ کا بدل ”ت“ ہے۔ لیکن ”ت“ قسمیہ میں حیرت و تعجب کے معنی مضمر ہوتے ہیں، چنانچہ اخوان یوسف نے کہا تھا:

﴿قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سُرِقِينَ﴾ [یوسف: ۷۳]

”انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تم جان چکے ہو کہ ہم اس لیے نہیں آئے کہ اس ملک میں فساد کریں اور نہ ہم کبھی چور تھے۔“

اس حقیقت کو سمجھنے کے باوجود تعجب ہے تم ہمیں چور بنا رہے ہو! یا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿وَتَاللَّهِ لَا يَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ﴾ [الأنبياء: ۷۵]

”اور اللہ کی قسم! میں ضرور ہی تمہارے بتوں کی خفیہ تدبیر کروں گا۔“

اس میں تعجب کا پہلو یہ ہے کہ نمرود کی سرکشی کے باوجود ان بتوں کا علاج اور ان کا کام تمام کر دینا آسان ہے۔ اس آیت میں بھی تعجب کی بات یہ ہے کہ تم نے تو دوست ہوتے ہوئے مجھے گمراہ کرنے اور ہلاکت میں ڈالنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی مگر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ میں بچ گیا ورنہ بچنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔

﴿إِنْ كِدْتَ لَتُرْدِينَ﴾ ”کدت“ یہ ”کاد“ سے ماضی کا



ہمیں ہدایت دی۔“

مومن صادق اسے اللہ تعالیٰ کی عنایت سمجھتا ہے۔ نہ کوئی اس میں اپنا استحقاق جانتا ہے اور نہ ہی اپنا کمال سمجھتا ہے۔

بُری صحبت سے بچنا:

اس واقعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیا میں اپنا ہم نشین اور دوست بنانے میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جسے وہ اپنا خیر خواہ سمجھتا ہے وہ اسے باتوں باتوں میں جہنم میں لے جانے کا باعث بنا ہوا ہے۔ توحید کی جگہ شرک، ایمان کی بجائے کفر، اطاعت و اتباع کی بجائے بدعات و خرافات، نیکی کی بجائے بدی میں مبتلا کر دینے کا سبب تو نہیں بن رہا۔ انسان بسا اوقات ایک نافرمان اور معصیت میں مبتلا شخص سے تعلقات استوار کرتا ہے اور وہ اسے غیر محسوس طریقے سے اپنے جال میں پھنسا لیتا ہے جس کا انجام بالآخر انتہائی خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے نیک آدمی کی مجلس میں بیٹھنے اور بُرے سے بچنے کا حکم فرمایا ہے اور مثال دے کر سمجھایا ہے کہ نیک کے پاس بیٹھنے کی مثال کستوری اٹھانے والے کی ہے کہ وہ اگر اس سے کچھ لے گا نہیں، خوش بو تو اسے آئے گی۔ اور بُرے آدمی کے پاس بیٹھنے کی مثال بھٹی میں پھونک مارنے والے لوہار کی ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے چنگاری کپڑوں کو جلانے کی یا کم سے کم اس کا دھواں تو اسے ضرور پہنچے گا۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

کسی انسان سے دوستی کا معیار دین و عقیدہ ہونا چاہیے۔ بے دین اور اخلاق و کردار سے عاری انسان کی دوستی بدنامی کا باعث ہوتی ہے۔ عربی شاعر نے کہا ہے۔

عن المرء لا تسئل وسل عن قرینہ

فکل قرین بالمقارن یقتدی

”کسی آدمی کے بارے میں معلوم کرنا ہو تو اس کے بارے

میں نہ پوچھو بلکہ اس کے دوست کے بارے میں پوچھو، اس

لیے کہ ہر دوست اپنے دوست کی اقتدا کرتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کا بھی فرمان ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((الرجل علی دین خلیلہ فلینظر أحدکم من

یخالل .)) (ترمذی: ۲۳۷۸، أبو داود: ۴۸۳۳)

”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہذا تم میں سے جب کوئی کسی کو دوست بنائے تو اسے چاہیے کہ وہ دیکھ لے کہ کسے دوست بنا رہا ہے۔“

بلکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تعجب إلا مؤمنا ولا یأکل طعامک إلا

تقی .)) (ابوداود مع العون: ۴۰ / ۴)

”مومن کو بھی اپنا دوست بناؤ اور تمہارا کھانا متقی ہی کھائے۔“

اس لیے کفار و منافقین اور فساق و فجار کو دوست نہیں بنانا چاہیے۔ اور کھانے کے لیے بلایا جائے تو نیک و متقی کو بلا کر کھلایا جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دوست بناتے ہوئے خوب دیکھ لیا جائے کیونکہ دوست بُرا ہو تو دین و اخلاق اور عادات و کردار پر بُرا اثر پڑے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی دوستی سے منع کیا ہے۔ اور ائمہ کرام نے بھی اسی بنا پر اہل بدعت سے بھی دوستی سے منع فرمایا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات پر تعزیت

محقق العصر حضرت مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات پر کئی احباب نے دفتر الاعتصام فون کر کے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں:

۱۔ مولانا محمد اشرف جاوید، فیصل آباد۔

۲۔ جناب محمد سرور عاصم، مکتبہ اسلامیہ، لاہور۔

۳۔ جناب محمد صدیق آف تلیاں، ایبٹ آباد۔

(محمد سلیم چنیوٹی)

## اربعین اعتقادی

درس  
حدیث

۷

## فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

بعض آسمانی کتابوں کی پہچان:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور ہم نے داود کو زبور عطا کی۔“

اور فرمان الہی ہے:

”اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے انھیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی متقی لوگوں کے لیے۔“

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

”با برکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر فرقان (قرآن) اتارا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بن جائے۔“

۲۰: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ”اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے رب اور عرش عظیم کے رب! ہمارے رب اور ہر چیز کے رب! اے دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے! اور تورات، انجیل اور قرآن کو نازل کرنے والے! میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جسے تُو اس کی پیشانی سے پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ! تُو ہی اوّل ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تُو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہیں، تُو ظاہر ہے پس تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں اور تُو ہی باطن ہے پس تیرے علاوہ کوئی چیز نہیں۔ ہم سے قرض ادا

باب: معرفة بعض الكتب السماوي وقول  
الله تعالى:

﴿وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا﴾ [النساء: ۱۶۳]

وقوله تعالى:

﴿وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [المائدة: ۴۶]

وقال الله تعالى:

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ۱]

۲۰: عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ يقول: ((اللهم! رب السموات ورب الأرض ورب العرش العظيم، ربنا ورب كل شيء، خالق الحب والنوى ومنزل التوراة والانجيل والفرقان، اعوذ بك من شر كل شيء، أنت آخذ بناصيته. اللهم! أنت الأول فليس قبلك شيء، وأنت الآخر فليس بعدك شيء، وأنت الظاهر فليس فوقك شيء، وأنت الباطن فليس دونك شيء، اقض عنا الدين وأغننا من الفقر.))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۱۳)



کردے اور ہمیں فقر سے غنی کر دے۔“

### فوائد:

- ❖ زبور سیدنا داود علیہ السلام پر، تورات سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔
- ❖ سیدنا عیسیٰ سیدہ مریم صدیقہ علیہما السلام کے بیٹے تھے۔
- ❖ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے سے پہلے نازل شدہ کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔
- ❖ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے۔ یہودیوں کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب، تکفیر اور تنقیص و اہانت کرنا غلط تھا۔
- ❖ دین اسلام پر امن آسمانی دین ہے جو تمام انبیاء اور ان کی کتب کی تصدیق کرتا ہے اور ان پر مجمل طور پر ایمان کو واجب قرار دیتا ہے۔
- ❖ فرقان سے مراد قرآن مقدس ہے۔ قرآن کو فرقان، اس لیے کہا گیا کیونکہ یہ حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب ہے۔
- ❖ تورات اپنے دور کا حق تھی، اس کے بعد جب انجیل نازل ہوئی تو تورات پر عمل کرنا جائز نہ رہا اور اب قرآن کے نزول کے بعد انجیل پر عمل کرنا منسوخ ہو گیا۔ قرآن ہی اب قابل عمل ہے۔
- ❖ اس پر ایمان لائے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اس سے فلسفہ وحدت ادیان کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔
- ❖ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ عزوجل کے بندے ہیں، بندہ نور نہیں ہوتا۔ اس سے اہل بدعت کا عقیدہ نور باطل قرار پاتا ہے۔
- ❖ تمام کائنات کا خالق و مالک صرف اور صرف اللہ عزوجل ہے۔
- ❖ آسمان وزمین، عرش عظیم اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔
- ❖ مختار کل اللہ عزوجل ہے۔ کائنات میں کسی نبی مرسل، ملک مقرب اور مرد صالح کو ذرہ برابر بھی تصرف کا اختیار نہیں ہے۔
- ❖ اول، آخر، ظاہر اور باطن اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں۔ ان ناموں کی تفسیر میں متکلمین کی عبارات اضطراب سے لبریز ہیں۔ جب ان کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے فرمادی ہے تو پھر اب کسی

بھی متکلم فلسفی اور صوفی کی کلام کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔

❖ اول، آخر، ظاہر اور باطن کی نبی کریم ﷺ نے جامع تفسیر کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی کمال عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام اول اس کے قدیم اور ازل سے ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا نام آخر اس کے بقاء اور ابدی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا نام ظاہر اس کے علو اور عظمت پر دلالت کرتا ہے اور اس کا نام باطن اس کے قرب اور معیت پر دلالت کرتا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: شرح العقیدۃ الواسطیہ، ص: ۲۱ تحلیل الہر اس)

❖ اللہ تعالیٰ کی بڑائی و کبریائی بیان کرنے کے بعد آخر میں ادائیگی قرض اور فقر سے بچنے کی رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ ایک تو معلوم ہوا کہ رب ذو الجلال سے دعا مانگنے سے پہلے اس کی کمال عظمت کو بیان کیا جائے۔ دوسرا معلوم ہوا کہ قرض اور فقر کا معاملہ بہت سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے انسان کو قرض اور فقر سے ہمیشہ پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

## ضرورت کمپوزر

دارالدعوة السلفیہ و دفتر ہفت روزہ الاعتصام

۳۱۔ شیش محل روڈ لاہور، کے لیے

ایک تجربہ کار کمپوزر کی ضرورت ہے۔

ان پیج اور کورل ڈرامیں کام کرنے والے کمپوزر

جلد از جلد رابطہ کریں

مشاہرہ حسب لیاقت

باقی امور ملاقات کے وقت طے ہوں گے۔

رابطے کے لیے: 0300-9473913

# فضائل ماہِ محرم و یومِ عاشوراء

## ایک تنقیدی جائزہ

مولانا عبدالسلام رحمانی

کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی ہے، ضحاک کی ملاقات کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ ضحاک کی وہ تمام مرویات محل نظر ہیں جو ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہیں۔ (میزان و تہذیب)

اس روایت کو سیوطی نے بھی ”اللائئ المصنوعہ“ میں حاکم کے اظہارِ براءت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ پھر اس روایت کے بارے میں بیہقی کی تخریج و تضعیف ذکر کی ہے اور ان کا یہ قول نقل کیا ہے: ”ضحاک کی ملاقات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہے۔“

(ص: ۳۶۸)

گویا اس روایت میں انقطاع بھی ہے۔ ضحاک و ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مابین کوئی راوی ساقط ہے جس کا پتا نہیں کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے؟

سیوطی نے اس کے بعد یہی حدیث تاریخ لابن النجار کے حوالے سے بہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ذکر کی ہے کہ ”جس نے یومِ عاشوراء کو اشد کا سرمہ لگایا، جس میں کہ مشک بھی ہو تو وہ آشوب چشم سے عافیت دیا جائے گا۔“ پھر اس حدیث کے ایک راوی اسماعیل بن معمر کی بابت لکھتے ہیں:

اسماعیل بن معمر قال فی المیزان لیس بثقة .

یعنی اسماعیل بن معمر ثقہ نہیں ہیں۔

اور یہ لفظ ”لیس بثقة“ مراتب الفاظِ جرح میں سے مرتبہ ثانیہ کا لفظ ہے اور مرتبہ اولیٰ و ثانیہ و ثالثہ کے الفاظِ جرح سے جس

۵: ابن الجوزی نے موضوع روایات کے تحت یہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس کو جویر نے ضحاک سے اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

”جس نے عاشوراء کے دن اشد کا سرمہ لگایا اُسے زندگی بھر

آشوب چشم کی شکایت نہ ہوگی۔“ (۲۰۴۲)

اس حدیث کا راوی جویر سخت مجروح ہے۔ حاتم نے اس سے اظہارِ براءت کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا، جویر کی مرفوع روایات منکر ہیں۔ نیز امام احمد و جوزجانی نے فرمایا: اس شخص کی مرویات میں مشغول ہی نہ ہونا چاہیے۔ نسائی، علی بن جنید اور دارقطنی نے اسے متروک کہا ہے۔ علی بن مدینی نے اسے بہت ہی ضعیف کہا ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ شخص ضحاک سے بہت سی منکر روایتیں نقل کرتا ہے۔ یعقوب ابن اسحاق نے اسے ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جن کی روایتوں سے اعراض کیا جاتا ہے۔ یحییٰ القطان نے فرمایا: ضحاک جویر اور محمد بن السائب سے حدیثیں ہی نہ لینی چاہئیں۔

(موضوعات، میزان، تہذیب، کتاب الضعفاء والمترکین للنسائی)

گویا جویر کے شیخ ضحاک بھی متکلم فیہ ہیں۔ بعض ائمہ نے اگرچہ ان کی توثیق کی ہے مگر یحییٰ القطان نے فرمایا: ضحاک ہمارے نزدیک ضعیف ہیں۔ نیز فرمایا کہ شعبہ ضحاک سے حدیث نہیں لیتے تھے اور وہ اس بات سے انکار کرتے تھے کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کبھی ملاقات کی ہو۔

ابن حبان فرماتے ہیں: وہ شخص وہم میں مبتلا ہے جو یہ سمجھتا ہے

راوی پر جرح کی گئی ہو اُس کی بابت محدثین کا اصول ہے:

لا یحتج بحديثه ولا یستشهد به ولا یعتبر

به . (شرح الفیة الحدیث للعراقی، ص: ۴۲، طبع

مصر ۱۹۳۸ء)

نیز اس حدیث کے ایک راوی محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں جن کی اگرچہ بعض ائمہ نے توثیق کی ہے مگر جوزجانی نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔ یحیی القطان نے فرمایا: آدمی نیک ہیں مگر حدیث کو کچھ زیادہ یاد رکھنے والے نہیں ہیں۔ یحیی بن معین نے فرمایا: محدثین ان کی حدیثیں لینے سے ہمیشہ گریز کرتے تھے۔ ابن حبان نے انھیں ثقافت میں ذکر کیا ہے مگر فرمایا کہ یہ خطا بھی کر جاتے ہیں۔ ابن سعد نے کہا: یہ کثیر الحدیث ہیں مگر ضعیف سمجھے جاتے ہیں۔

(میزان و تہذیب)

قصہ کوتاہ عاشوراء کے دن سرمہ لگانا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ ”توسیع نفقۃ علی العیال“ والی حدیث پر کلام کے ضمن میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصریح منہاج السنۃ (۲/۲۴۸، ۱۱/۲) کے حوالے سے اوپر گزری کہ یوم عاشوراء کو سرمہ لگانا من جملہ ان بدعات کے ہے جسے دشمنانِ حسین رحمہ اللہ (ناصیوں) نے شیعوں کے حزن و ماتم کے مقابل ایجاد کر لیا ہے، رسول اللہ ﷺ سے ہرگز یہ عمل ثابت نہیں ہے۔ اور حاکم کا یہ قول ابن الجوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے:

والاكتحال یوم عاشوراء لم یرد عن رسول

الله ﷺ فیہ اثر وهو بدعة ابتدعها قتلة

الحسین علیہ السلام . (۲/۲۰۴)

”یوم عاشوراء کو سرمہ لگانا کسی بھی حدیث میں رسول اللہ ﷺ

سے ثابت نہیں ہے۔ یہ ایک بدعت ہے جسے قاتلانِ حسین رحمہ اللہ

نے ایجاد کر لیا ہے۔“

۶: ابن الجوزی نے موسیٰ (بن عبد اللہ) الطویل عن انس کے طریق

سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے شروع محرم سے نو دن تک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ

اس کے لیے ہوا میں ایک میل کا لمبا چوڑا قبر بنائے گا جس

میں چار دروازے ہوں گے۔“

ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن حبان نے

کہا ہے:

موسی الطویل یروی عن انس اشياء

موضوعة لا یحل کتبها الا علی التعجب .

(الموضوعات: ۱۹۹/۲)

”موسیٰ الطویل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بہت سی

موضوعات بیان کرتا ہے جن کا نقل کرنا بھی درست نہیں

ہے مگر یہ کہ بر سبیل تعجب نقل کیا جائے۔“

ابن عدی اور ابونعیم سے بھی اس شخص کے بارے میں اسی سے

ملتی جلتی جرح منقول ہے۔ (لسان)

ذہبی اس کی ایک روایت کہ ”میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو

بصرہ میں خاکستری اونٹ پر ہرے ہودج میں بیٹھی ہوئی دیکھا ہے۔“

نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

انظر الی هذا الحيوان المتهم كيف يقول فی

حدود سنة ماثنين انه رای عائشة فمن الذي

یصدقہ . (میزان)

”ذرا اس حیوانِ متہم کو تو دیکھو، سن دو سو کے حدود میں یہ

کیسے کہہ رہا ہے کہ اُس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا

ہے، بھلا کون اس کی تصدیق کرے گا؟“

۷: اور ابن الجوزی نے احمد بن عبد اللہ الہروی عن

وہب بن وہب عن ابن جریج عن عطاء عن ابن

عباس کے طریق سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:

”جس شخص نے ذی الحجہ کے آخری دن اور محرم کے پہلے

دن روزہ رکھا اس نے گزرنے والے سال کو روزے کی حالت میں ختم کیا اور آنے والے سال کا روزے سے افتتاح کیا۔<sup>①</sup> اس بنا پر اللہ تعالیٰ ان دونوں روزوں کو اس کے لیے پچاس سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔“  
یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں:  
الہروی ہو الجویباری و وہب کلاهما کذاب وضاع۔ (۱۹۹/۲)  
”اس حدیث کے راوی احمد الہروی اور وہب دونوں کذاب و وضاع ہیں۔“

اور احمد الہروی کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

احمد بن عبد اللہ بن خالد الجویباری و یقال الجوباری و جوبار من عمل ہرات۔ قال ابن عدی: کان یضع الحدیث لابن کرام علی ما یریدہ۔ وقال ابن حبان: ہو ابو علی الجویباری دجال من الدجاجلة روی عن الائمة أوف حدیث ما حدثوا بشیء منها۔ وقال النسائی والدارقطنی: کذاب۔ قلت: الجوباری ممن یضرب المثل بکذبه۔ قال البیهقی: اما الجویباری فانی اعرفه حق المعرفة بوضع الاحادیث علی رسول اللہ ﷺ فقد وضع علیہ اکثر من الف حدیث، وسمعت الحاکم یقول: هذا کذاب خبیث وضع کثیرا فی فضائل الاعمال لا تحل رواية حدیثه بوجه۔ یعنی یہ شخص بہت بڑا جھوٹا اور نہایت ہی دجال و خبیث تھا۔

اس نے ہزاروں حدیثیں گھڑ ڈالی ہیں۔ (میزان)  
اسی کی گھڑی ہوئی وہ حدیث بھی ہے کہ ”میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جسے ابو حنیفہ کہا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسی کے ہاتھ پر میری سنت کی تجدید کرے گا۔“ یہ شخص حدیثیں گھڑنے میں اتنا تیز تھا کہ اس کی موجودگی میں جہاں کوئی بحث چلی، فوراً کوئی حدیث اس کے بارے میں گھڑ کر بیان کر دیتا۔ ایک دفعہ کچھ لوگ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن بصری کے سماع کی بابت بحث کر رہے تھے، اس نے سنا تو فوراً ایک سلسلہ سند کے ساتھ یہ حدیث گھڑ دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”حسن بصری کا سماع ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔“

(میزان)

یہ حدیثیں گھڑنے والے کتنے بے باک و بے حیا ہوتے تھے کہ ایسی ظاہر البطلان حدیثیں گھڑتے ہوئے بھی انھیں شرم نہ آتی تھی۔ زمانہ نبوی میں جب کہ حسن بصری کا وجود ہی نہ تھا، آنحضور ﷺ یہ کیوں فرمائیں گے کہ حسن بصری کا سماع حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے!!!

اس کا شیخ وہب بن وہب، اس سے بھی بڑھ کر وضاع و کذاب تھا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: ”هو اکذب الناس“ شعیب بن اسحاق نے فرمایا: ”کذاب هذه الامة ابو البختري“ ابوالخزری وہب بن وہب کی کنیت ہے۔ ابن الجارود نے فرمایا: ”کذاب خبیث کان عامة الليل یضع الحدیث“ عقیلی نے کہا: ”لا اعلم له حدیثا مستقیما، کلها بواطیل“ ابن معین نے فرمایا: ”کان یکذب عدو الله“ عثمان بن ابی شیبہ نے فرمایا: ”اری انه یبعث یوم القيامة دجالا۔“ (لسان)  
۸: شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے ”سلسلۃ الاحادیث

① واضح ہو کہ ہجری سن کا استعمال اور اس کے پہلے و آخری مہینے کی تعیین رسول اللہ ﷺ کے عہد میں نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کے واقعے کو اسلامی سن کی ابتدا قرار دے کر اسلامی سالوں کا شمار شروع کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشورے سے محرم کو ہجری سال کا پہلا مہینہ قرار دیا اس سے پہلے کہ سنین کو خاص خاص نام سے موسوم کیا جاتا تھا، مثلاً: سن اذان، سن امر بالحق، سنہ و داع وغیرہ۔ (رحمانی)

عرفہ کا روزہ ایک سال بعد کے اور ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

طبرانی نے ”المعجم الکبیر“ میں شرط ثانی کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

من صام یوما من المحرم فله بكل یوم ثلاثون حسنة .

”جس نے ماہِ محرم میں کسی دن روزہ رکھا، اسے ہر دن کے عوض تیس نیکیاں ملیں گی۔“

شیخ البانی فرماتے ہیں یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ اس کی سند میں بھی وہی سب رواۃ ہیں جو اس پہلی حدیث کی سند میں ہیں۔ نیز ان دونوں حدیثوں میں ایک سند سے مروی ہونے کے باوجود یہ اختلاف ہے کہ اس حدیث میں ”ثلاثون حسنة“ ہے اور اس پہلی روایت میں ”ثلاثون یوما“ ہے۔ یہ اس حدیث کے موضوع ہونے کی چوتھی علت ہے۔ (سلسلة الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ: ۱/ ۴۱۲، ۴۱۳)

۹: ابن الجوزی نے موضوع روایات کے تحت تین سندوں سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ ”عبد اللہ بن معاویہ الحنفی نے کہا: مجھ سے میرے باپ نے اور ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ان کے دادا نے اور ان سے ابوامیہ عنبنہ بن امیہ بن خلف الجمحی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاتھ میں ایک لٹورا دیکھا تو فرمایا: ”یہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا۔“ اس حدیث کی تینوں سندیں عبد اللہ بن معاویہ الجمحی پر مل جاتی ہیں مگر پہلی سند میں آخری راوی کا نام ابومیہ عنبنہ بن امیہ بن خلف الجمحی ہے اور دوسری و تیسری سند میں ابوعلیظ و ابوعلیظ (بمہملتین و بمعجمتین) بن امیہ بن خلف الجمحی ہے۔ تینوں سندوں سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ابن الجوزی فرماتے ہیں:

۱: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

۲: عنبنہ و ابوعلیظ و ابوعلیظ کا زمرہ صحابہ میں ہونا غیر معروف ہے۔

الضعیفہ والموضوعہ“ میں یہ روایت نقل کی ہے: ”جس نے یومِ عرفہ کا روزہ رکھا تو وہ روزہ اس کے لیے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اور جس نے ماہِ محرم میں کسی دن روزہ رکھا تو ہر دن کے روزے کا ثواب تیس دن کے روزوں کے برابر ہوگا۔“

اس حدیث کی بابت شیخ البانی فرماتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کو طبرانی نے المعجم الصغیر (ص: ۲۰۰) میں یشتم بن حبیب عن سلام الطویل عن حمزة الزیات عن لیث بن ابی سلیم عن مجاہد عن ابن عباس کی سند سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یشتم بن حبیب اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہے۔ شیخ البانی نے اس میں تین علتیں ذکر کی ہیں: ایک یہ کہ اس کی سند میں یشتم بن حبیب ہے جو ذہبی کے نزدیک ایک خبر باطل (بابت مہدی۔ میزان) کی وجہ سے متہم ہے، اگرچہ ابن حبان نے اس کو ثقافت میں ذکر کیا ہے۔ ثانیاً: سلام الطویل ہے جو متہم ہے۔

ثالثاً: لیث بن سلیم ہے جو ضعیف ہے مگر تعجب ہے منذری پر کہ اتنی علتوں کے باوجود وہ فرماتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی الصغیر وهو غریب و اسنادہ لا باس به .

شیخ فرماتے ہیں:

وهذا ذهول عجيب ، ولا فكيف يسلم من البأس اذا كان فيه ذاك المتهم الطویل ، قال فيه ابن خراش: كذاب ، وقال ابن حبان: يروى عن الثقات الموضوعات كأنه كان المعتمد لها وقال الحاكم: روى احاديث موضوعه .

شیخ البانی فرماتے ہیں کہ البتہ اس حدیث کا شرط اول (یعنی پہلا ٹکڑا جو یومِ عرفہ سے متعلق ہے) وہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ اس کے لیے بہت سے شواہد ہیں۔ مسلم وغیرہ میں یہ حدیث مروی ہے کہ یوم



۳: عبداللہ بن معاویہ کو، جن پر تینوں سندوں کا مدار ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے منکر الحدیث کہا ہے اور عقیلی نے کہا ہے: یہ شخص بے بنیاد و منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔

۴: یہ حدیث اس بنیاد پر بھی قابل رد ہے کہ پرندہ تو روزہ نہیں رکھتا۔ (موضوعات: ۲۰۴/۲)

اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ذہبی نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور اس سند کے دو راوی عبداللہ بن معاویہ کے باپ و دادا کو مجہول قرار دیا ہے۔ (میزان: ترجمہ معاویہ بن موی)

اور تبصرہ کی شق نمبر ۴ بھی میرے نزدیک درست ہے کیونکہ پرندے کا روزہ رکھنا بالکل ہی ناقابل فہم ہے اور ایسی ناقابل فہم بات بلا کسی صحیح حدیث کے ہرگز قبول نہیں کی جاسکتی۔

مگر تبصرہ کی شق نمبر ۲، ۳ میرے نزدیک محل نظر ہے۔ عنبہ کو حافظ نے اصابہ کی قسم اول میں ذکر کیا ہے۔ پھر اصابہ کے باب الکنی حرف الغین القسم الاول میں ابو غلیظ کے تحت ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے ابو غلیظ عنبہ کی کنیت بتائی ہے اور تاریخ خطیب کے حوالے سے (جہاں سے ابن الجوزی نے یہ روایت لی ہے) اسی روایت کو انھی تینوں سندوں سے نقل کیا ہے اور ابن قانع نے بھی معجم الصحابہ میں اس روایت کی تخریج کی ہے اور ابو غلیظ کو زمرہ صحابہ رحمہم اللہ میں ذکر کیا ہے۔ البتہ ان کے نام و کنیت میں بہت اختلاف ہے۔

اور عبداللہ بن معاویہ پر ابن الجوزی نے جو تبصرہ کیا ہے میری تحقیق میں اس کی صحت محل نظر ہے۔ اس لیے کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس سند کے راوی عبداللہ بن معاویہ الجمحی البصری ہیں جو اولاد ابی غلیظ میں سے ہیں۔ لیکن عبداللہ بن معاویہ الجمحی البصری کے بارے میں بخاری اور عقیلی کی مذکور جرح مجھے کہیں نہ مل سکی۔ البتہ عبداللہ بن معاویہ الزبیری البصری (من ولد الزبیر بن العوام) کے بارے میں بخاری و عقیلی کی وہ جرح ملتی ہے جو ابن الجوزی نے عبداللہ بن معاویہ الجمحی البصری کے بارے میں ذکر کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو امام بخاری کی تاریخ الکبیر، ص: ۲۰۹،

التاریخ الصغیر، ص: ۲۲۲، کتاب الضعفاء الصغیر، ص: ۲۱ اور ابن حجر کی لسان المیزان: ۳/۳۶۳۔

سیوطی نے ”اللائع المصنوعہ“ میں عبداللہ بن معاویہ الجمحی کی نکارت جو ذکر کی ہے، وہ ”موضوعات“ لابن الجوزی سے نقل کی ہے۔ اور علامہ محمد طاہر پٹنی نے بھی غالباً ابن الجوزی ہی کی تقلید کرتے ہوئے قانون الموضوعات والضعفاء (ص: ۲۷۴) میں ”عبداللہ بن معاویہ الجمحی منکر الحدیث“ لکھ دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب سیوطی نے ”اللائع المصنوعہ“ میں حکیم ترمذی کے حوالے سے اس زیر بحث حدیث کا ایک شاہد ذکر کیا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لثور اہلا پرندہ ہے جس نے روزہ رکھا۔“ (ص: ۳۶۸)

مگر اس کی حالت نہایت ہی سقیم ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی سفیان بن وکیع ہیں جو اگرچہ بڑے باپ کے بیٹے ہیں مگر نہایت مجروح ہیں اور ان کی مرویات بالکل ہی ناقابل استناد ہیں۔ میزان و تہذیب کی یہ عبارتیں پڑھیے:

سفیان بن وکیع بن الجراح ..... قال ابو زرعة يتهم بالكذب . وقال ابن ابی حاتم اشار ابی عليه ان یغیر وراقہ فانہ افسد حدیثہ وقال له لا تحدث الا من اصولك فقال سافعل . ثم تمادی وحدث باحادیث ادخلت علیہ . یقال كان وراقہ یلقنہ من حدیث موقوف فیرفعه او مرسل یوصلہ او یبدل رجلا برجل . (میزان)

وقال ابن ابی حاتم سالت ابازرعة عنه فقال لا یشغل بہ ، وقال النسائی لیس بثقة . وقال فی موضوع اخر لیس بشیء وقال الآجری امتنع ابو داود من التحدیث عنه . (تہذیب) یعنی ابوزرعة نے انھیں متہم بالکذب قرار دیا ہے اور کہا ہے (باقی صفحہ نمبر ۱۸ پر ملاحظہ کیجیے)



## معاشرے کو مثالی بنانے والے اللہ کے دس احکام

مولانا فضل الرحمن بن محمد الازہری رحمۃ اللہ علیہ

### ۶..... یتیموں کا مال نہ کھاؤ:

چھٹا حکم یتیموں کے مال کے قریب نہ جانے کا ہے۔ اگر کسی کے پاس یتیموں کا مال ہے تو وہ اس کو کھانہ جائے بلکہ امانت سمجھتے ہوئے اس کی حفاظت کرے۔ اگر وہ صاحب ثروت ہے تو ان کے مال سے کچھ نہ لے اور اگر وہ خود بھی محتاج ہے تو ان کے مال میں سے اتنا لے جو اس کی اشد ضرورت کو پورا کرنے والا ہو۔ جیسے ہی یتیمی یا کوئی یتیم اپنے مال کی حفاظت کرنے کے قابل ہو جائے تو ان کا مال ان کے حوالے کر دیا جائے۔ ان کے مالوں میں خیانت کرنے والوں کے لیے اللہ نے اعلان کر دیا، سورۃ النساء کے الفاظ ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ [النساء: ۱۰]

”بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ یقیناً اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔“

### ۷..... ناپ تول پورا رکھو:

ساتواں حکم ناپ تول کو پورا رکھنے کے بارے میں ہے۔ اہل عرب میں یہ بیماری بھی موجود تھی کہ کوئی چیز لوگوں سے خریدتے یا فروخت کرتے تو ناپ تول پورا پورا لیتے لیکن وہی کچھ خود خیانت و بددیانتی تھی۔

تفسیر طبری (۹۱/۳۰) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت وہاں کے لوگ ناپ تول کے معاملے میں بہت بُرے تھے۔ لیکن

جب سورۃ المطففین نازل ہوئی تو وہ بالکل صحیح ہو گئے۔ ناپ تول انھوں نے ٹھیک کر لیا۔

شعیب ؑ کی قوم کی تباہی کے اسباب میں سے ایک سبب شرک کے ساتھ ناپ تول میں ہیرا پھیری کی قبیح عادت بھی تھی۔ سورۃ الاعراف، سورۃ ہود اور سورۃ الشعراء میں ان پر نازل ہونے والے عذاب کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ وہ ایک زلزلہ تھا، وہ ایک چیخ تھی اور وہ سائبان کے دن کا عذاب تھا جس سے وہ گھٹنوں کے بل ہو گئے۔

### ۸..... سچ بولو:

آٹھواں حکم عدل و انصاف کی بات کرنے کا ہے۔ یہاں عدل سے مراد سچی اور صاف سیدھی گفتگو ہے اگرچہ وہ کسی قریبی رشتہ دار عزیز کے خلاف ہی ہو، اس میں ہمیشہ ہی برکت ہوتی ہے۔ جب کہ جھوٹ بولنے اور جھوٹ سے کام نکلنے کا رجحان ہمیشہ لوگوں کی اکثریت میں رہا ہے اور اب بھی ہے جس کا علاج سچائی کو اپنانا ہے۔

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:

﴿قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ [الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

”بات کرو سیدھی سیدھی۔ ایسا کرنے پر اللہ تمہارے اعمال

کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔“

اس سے بڑھ کر سچ بولنے پر اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے!

### ۹..... عہد کو نبھاؤ:

نواں حکم اللہ کے عہد کے بارے میں ہے کہ اس کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اپنی مخلوق کا خالق ہے، لہذا مخلوق کے ہر فرد کا اپنے

خالق سے ایک قدرتی عہد ہے کہ وہ اپنے خالق کی اطاعت کرتے ہوئے زندگی بسر کرے گا اور اس کے منع کردہ کاموں سے اجتناب کرتا رہے گا۔ دنیا میں اگر امیر یا بادشاہ کی اطاعت اس کی رعایا پر فرض سمجھی جاتی ہے جو کہ ان کا خالق نہیں ہوتا تو خالق کی اطاعت مخلوق کی اطاعت سے بھی زیادہ فرض ہوتی ہے۔ لہذا ہر پیدا ہونے والے انسان کا فرض ہے کہ اپنے خالق کے قدرتی عہد کو پورا کرے۔

#### ۱۰..... صراطِ مستقیم کو اپناؤ:

دسواں حکم شیطانی راستوں کو چھوڑ کر اللہ کی سیدھی راہ پر چلنے کا ہے۔ صحیح مسلم (۲۸۴/۱، ۲۸۵)، سنن نسائی (۱۸۸/۱) اور ابن ماجہ (مقدمہ، ص: ۶) میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے خطبے میں آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے اور راہوں میں سے بہترین راہ محمد ﷺ کی ہے اور بدترین کام دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہوگی۔ سنن نسائی میں یہ جملہ بھی ہے: وکل ضلالة فی النار۔ اور ہر بدعت جہنم میں یعنی جہنم میں لے جانے والی ہوگی۔

ابن ماجہ (مقدمہ، ص: ۳) پر جابر بن عبد اللہ ہی سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے۔ آپ ﷺ نے زمین پر ایک خط کھینچا۔ پھر اُس کے دائیں بائیں دو دو خط کھینچے درمیان والے خط پر ہاتھ رکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کی راہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دسویں حکم والی آیت کی تلاوت فرمائی۔

مسند احمد (۱۸۳/۲) میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی ایک مثال دی ہے کہ اس کے دونوں جانب دو دیواریں ہیں جن میں کھلے دروازے لگے ہوئے اور ان پر پردے لٹک رہے ہیں۔ سیدھی راہ کے دروازے پر ایک اللہ کی طرف بلائے والا بیٹھا ہوا ہے جو کہہ رہا ہے: اے لوگو! سیدھی راہ میں اندر داخل ہو جاؤ، ادھر ادھر نہ بھٹکو۔ ایک داعی دروازے کے اوپر بیٹھا ہوا ہے۔ جب کوئی انسان دیواروں والے دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنے، یعنی داخل

ہونے لگتا ہے تو وہ کہتا ہے: تجھ پر افسوس ہے، اس کو نہ کھول، کھولے گا تو اس میں داخل ہو جائے گا۔

پھر آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ سیدھی راہ تو اسلام کی ہے اور دیواریں حدود اللہ ہیں، کھلے دروازے اللہ کے محارم ہیں۔ راہ کے سرے پر بیٹھنے والا اللہ کی کتاب ہے اور دروازے کے اوپر بیٹھا ہوا انسان کا اپنا ضمیر ہے جو بُرے کاموں سے اس کے دل میں نفرت پیدا کرتا ہے۔ گویا وہ اللہ کی طرف سے وعظ و نصیحت کرنے والا ہے۔ بدعتی لوگوں کی نشان دہی:

سورة الانعام کی ان آیات کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ (۷/۱۳۹) نے سہل بن عبد اللہ تستری سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: اثر وسنت کی اقتدا اپنے اوپر لازم رکھو کیونکہ مجھے خوف ہے کہ جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے جب کوئی انسان رسول اللہ ﷺ کی تمام معاملات میں پیروی کرنے کے لیے کہے گا تو بدعتی لوگ اس کی مذمت کریں گے، اس سے نفرت کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس سے الگ کریں گے اور اس کو رسوا و ذلیل کریں گے۔

فضیل بن عیاض کا قول ہے: جس نے بدعتی کو محبوب رکھا اللہ اس کے اعمال ضائع کر دیتا ہے اور اس کے دل سے اسلام کا نور نکال دیتا ہے۔

سفیان ثوری سے منقول ہے: ابلیس کو اللہ کی معصیت سے زیادہ بدعت پسند ہے۔ کیونکہ عاصی گناہ گار گناہ سے توبہ کر لیتا ہے جب کہ بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: سنت کے مطابق عمل کرنے والوں میں کسی کو دیکھنا جو لوگوں کو سنت کی طرف بلا رہا ہو اور بدعت سے منع کر رہا ہو، عبادت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی راہ صرف ایک ہے اور باقی راہیں شیطانی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دس احکام دیتے ہوئے اپنی مخلوق پر واضح کر دیا

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں، وہ کفار پر سختی کرنے والے اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں۔ آپ ان کو رکوع و سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کو پانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی نشانیاں سجدے کرنے کی وجہ سے ان کے چہروں پر ہیں۔“

اس کی مزید خوب صورت وضاحت سورۃ التوبہ میں یوں فرمائی:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ٥ وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٌ طَيِّبٌ فِي جَنَّاتٍ وَعَدَنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ٥﴾

[التوبة: ۷۲]

”مومن مرد اور مومن عورتیں بعض ان کے بعض کے دوست ہیں، وہ ایک دوسرے کو اچھائی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں اور وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، وہی ہیں کہ جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ غلبے اور حکمت والا ہے۔ اللہ نے مومنوں اور مومنات کے ساتھ اس جنت کا وعدہ کیا ہے کہ جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے ہمیشہ والی جنت میں پاک گھر ہوں گے اور اللہ کی طرف سے رضامندی کا حاصل ہو جانا بہت بڑی نعمت ہوگی اور وہ عظیم کامیابی ہوگی۔“

یہاں مومنوں اور مومنات کی پانچ صفات کا ذکر ہوا ہے:

◆.....جن میں پہلی صفت آپس میں ایک دوسرے کا ہم درد والی

کہ وہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اس نے اپنی مخلوق پر جو کچھ فرض کیا ہے اس میں اسی کی بھلائی ہے۔

سورۃ الانعام کی نئی آیات کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ہے وہ جس کی اللہ نے تمہیں وصیت کی۔ حرام و حلال کی جو خود ساختہ تقسیم اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتے ہو وہ اللہ پر بہت بڑی تہمت ہے۔ اللہ نے یہ وضاحت اس لیے فرمائی تاکہ تم عقل کو استعمال کرتے ہوئے حق کو سمجھ لو اور اس میں رکھی گئی نصیحت کے مطابق عمل کر کے متقی بن جاؤ۔

تفسیر ابن جریر (پ: ۸، ص: ۸۷) اور تفسیر القرطبی (۱۷۱/۷) میں مروی ہے کہ کعب احبار جو مسلمان ہونے سے پہلے یہودی عالم تھے، انھوں نے ایک دمی کو ان تین آیات کی تلاوت کرتے سنا تو انھوں نے قسم کھا کر کہا: ”تورات کے نزول کا آغاز بھی اسی تعلیم سے ہوا تھا۔“ جس کی شہادت عہد نامہ قدیم کی کتاب خروج کے باب ۲۰ میں موجود ہے۔

مثالی معاشرے کی ایک جھلک:

سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوا:

﴿وَإِذْ كُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾

[آل عمران: ۱۰۳]

”اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اُس نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے اُلفت ڈال دی اور تم اس کی نعمت سے ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو گئے۔“

سورۃ الفتح میں اللہ تعالیٰ کی اپنی گواہی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيَاهًا فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ

السُّجُودِ﴾ [الفتح: ۲۹]

اور دوست ہونا ہے۔ ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی مزید وضاحت کتب احادیث میں یوں منقول ہے:

صحیح بخاری میں کتاب الأدب کے باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضا، ص: ۸۹۰ میں ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”مومن اپنے بھائی مومن کے لیے ایک ایسی عمارت کی طرح ہوتا ہے کہ جس کے بعض حصے نے بعض کو مضبوط کر رکھا ہوتا ہے۔“

پھر آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیا۔

جب کہ صحیح مسلم کی کتاب البر کے باب تراحم المؤمنین (۲/۳۲۱) میں نعمان بن حذافہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تمام مومن آپس میں ایک آدمی کے جسم کی مثل ہیں۔ اگر اس کی آنکھ کو درد ہو تو سارا جسم اس کو محسوس کرتا ہے۔ اگر سر میں درد ہو تو سارا جسم اس کو محسوس کرتا ہے۔“

بخاری (ص: ۱۰۳۸) اور مسلم (۳۲۰/۲) میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ ہی ظلم کرنے کے لیے کسی اور کے حوالے کرتا ہے۔ اور جو اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرنے میں کوشاں ہو جاتا ہے تو اللہ اس کی حاجت کو پورا کر دیتا ہے۔“

❖ دوسری صفت آپس میں اچھائی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا ہے۔ اور یہی ایسی صفت ہے جو اُمتِ محمدیہ کو دوسری اُمتوں سے ممتاز کرتی ہے۔ اگر اس پر عمل نہیں ہوگا تو اُمت مختلف عذابوں کا شکار رہے گی، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

ترمذی (۴۹/۲) میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی قسم کھا کر فرمایا:

”تم اچھائی کا حکم ضرور دیتے رہنا اور بُرائی سے ضرور روکتے رہنا۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو اللہ عنقریب تم پر اپنا ایسا عذاب نازل فرمائے گا کہ تم دعائیں مانگو گے اور وہ قبول نہ ہوں گی۔“

سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا:

﴿يَا مُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ﴾

[التوبہ: ۶۷]

”وہ بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور اچھائی سے روکتے ہیں۔“

❖..... مومنوں کی تیسری صفت نماز کا قائم کرنا ہے کیوں کہ یہی مومن کی اصل پہچان ہے۔ اور نماز ایسا عمل ہے کہ نمازی اس کے ذریعے فاشی اور بُرائی سے بچتا ہے۔ سورۃ العنکبوت میں ارشاد ہوا:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾

[العنکبوت: ۴۵]

”نماز فاشی اور بُرائی سے روکتی ہے۔“

بخاری، کتاب الاذان، ص: ۹۱، کتاب الحاربین، ص: ۱۰۰۵، مسلم، کتاب الزکاة، ص: ۳۲۱ میں حدیث کا ایک حصہ یوں ہے کہ جو شخص ایک نماز پڑھنے کے بعد دوسری کا انتظار کرتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عرش کے نیچے جگہ دے گا جب کہ اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

❖..... مومنوں کی چوتھی صفت زکاة کا ادا کرنا ہے۔ ہر اہل ایمان کا مال جب زکاة کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے تو اس پر زکاة فرض ہو جاتی ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زکاة ادا نہ کرنے والوں کے خلاف قتال کیا۔ ان کے نزدیک وہ مسلمان ہوتے تو قتال نہ کرتے۔ ویسے بھی زکاة ادا کرنے سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی برکت کا اس میں نزول ہوتا ہے۔ سورہ سبا میں اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے:

﴿مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

[الأحزاب: ٤١]

۱۸

”جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔“

آج اُمتِ محمدیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم سے منھ موڑ کر خود اپنی بد حالی کو اپنا مقدر بنا لیا ہے۔ اُمت آج بھی اگر مذکورہ صفات سے متصف ہو کر اپنے رب کے سامنے جھک جائے تو ہمارا معاشرہ مثالی بن سکتا ہے اور ہمارے اوپر مسلط ہونے والے عذابوں سے ہمیں نجات مل سکتی ہے۔ اللہ اس کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔  
وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین .

﴿مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾ [سبا: ۳۹]

”جو بھی چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے، وہ تمہیں اس کی جگہ اور دے دے گا۔“

..... پانچویں صفت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا ہے۔ اس میں اسلام کی پوری تعلیم آ جاتی ہے اور اس کے بغیر مسلمان کا دین مکمل نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی دعوت کو قبول کرنے والوں کو اسی صفت کی بنا پر اللہ نے دین اور دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا اور ان کا رعب اور دبدبہ بڑے بڑے بادشاہوں پر جم گیا کیوں کہ سورۃ الاحزاب میں اس کا اپنا اعلان ہے:

### بقیہ: فضائل ماہِ محرم و یومِ عاشوراء

ان کی مرویات نہ لینی چاہئیں۔ نسائی نے انہیں ”غیر ثقہ“ اور ”لیس بشی“ کہا ہے۔ ان کا ایک خائن و راق تھا جو ان کی مرویات میں بڑی گڑ بڑ کیا کرتا تھا۔ غلط سلط حدیثیں ان کی مرویات میں داخل کر دیتا۔ ان کی موقوف روایات کو مرفوع اور مرسل کو موصول کر دیتا اور ان کی سندوں میں راویوں کو بدل دیتا تھا۔ بعض محدثین نے سفیان کو اس خیانت سے آگاہ بھی کیا مگر وہ نہ تو ان مرویات سے باز آئے نہ اس وراق کو الگ کیا۔  
ایسی صورت میں ان کی مرویات کیونکہ قابل اعتبار و لائق استناد ہو سکتی ہیں اور ایسی ساقط الاعتبار روایتوں سے کسی روایت کو کیا قوت مل سکتی ہے؟ اوپر مقدمہ ابن الصلاح کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ اس درجہ سقیم روایتیں کسی روایت کی تقویت کا سبب نہیں بن سکتیں۔  
(جاری ہے)

### ضرورتِ رشتہ

بیٹی، تعلیم ایف اے، حافظ قرآن، عمر ۲۴ برس، مغل فیملی کے لیے ہم پلہ و برادری رشتہ درکار ہے۔ چنیوٹ و قرب و جوار سے لڑکے کے والدین رابطہ کریں۔ قاری عبدالرزاق ثار۔ فون نمبر: 0333-6701326

### اعلان

پروفیسر حافظ عبدالستار حامد صاحب راہنما مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب کی نئی کتب ”خطبات سورۃ الحجرات، اور خطبات سورۃ العصر“ جن کی قیمت: ۶۰۰ روپے اور ۴۵۰ روپے ہیں، علماء و خطباء نصف قیمت پر حاصل کریں۔ (مکتبہ اسلامیہ لاہور و فیصل آباد)



## اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے تقاضے

قاری ضیاء اللہ فیضی

محبت عبودیت ہے۔ اس میں محبت کو محبوب کے سامنے عجز و انکسار اور خشوع و خضوع اختیار کرنا پڑتا ہے، محبوب کی تعظیم بجالانی پڑتی ہے اور اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرنی پڑتی ہے۔ اس محبت میں محبت اپنے محبوب کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ غیر اللہ سے اس قسم کی محبت کسی صورت جائز نہیں۔ (تیسیر العزیز الحمید، ص: ۴۱۱)

دنیا کا نظام چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں پیدا فرمائیں اور دل میں ان کا پیار بھی رکھ دیا، مثلاً انسان اپنے بیوی بچوں، ماں باپ اور بہن بھائیوں سے محبت کرتا ہے۔ ان نعمتوں سے محبت کرنا عیب نہیں بلکہ عیب یہ ہے کہ ان کی محبت میں نعمتیں دینے والے رب کی محبت یاد نہ رہے اور انسان دنیا اور دنیا کے مال و متاع کے لیے اللہ کا باغی اور نافرمان بن جائے۔

سچے محبت کی پہچان:

انسان جب دنیا کی کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو ہمیشہ اسی کے بارے میں فکر مند رہتا ہے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر محبوب انسان ہو تو اس کو راضی رکھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کو اپنے قریب سے قریب تر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر ایسے کام کو چھوڑ دیتا ہے جس سے وہ ناراض ہوتا ہو اور ہر ایسے کام کو انجام دیتا ہے جس سے وہ خوش ہوتا ہو اور اس کی ہر خواہش اور فرمائش کو فوراً پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک عام دنیاوی چیز کے لیے ہم کیا کچھ نہیں کرتے ہمیں چاہیے کہ اپنے خالق حقیقی کی محبت کو پانے کے لیے اس سے بڑھ کر کوششیں کریں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہمیشہ اسی کی محبت سے سرشار رہتا ہے۔ ہر لمحہ اس کو اسی کی محبت مطلوب ہوتی ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ

دین و دنیا کی سب سے بڑی نعمت محبت ہے اور خاص کر وہ محبت جو اپنے سچے خالق و مالک سے کی جائے۔

محبت میں اولین ترجیح اللہ کی ذات کو دینی چاہیے، پھر اس کے بعد درجہ بہ درجہ ایک دوسرے سے محبت کی جائے۔

تو مسلمانوں کو چاہیے کہ محبت میں سب سے زیادہ ترجیح اللہ کی ذات کو دیں کیوں کہ وہی سچا خالق اور حقیقی مالک ہے، اس لیے گہری، سچی، پختہ اور سب سے زیادہ محبت بھی اسی سے ہونی چاہیے۔

محبت کی اقسام:

سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے محبت کی دو اقسام بیان کی ہیں:

(۱) محبت مشترک، (۲) محبت خاص۔

♦..... محبت مشترك: محبت مشترك کی تین قسمیں ہیں:

۱: طبعی محبت: جیسے بھوکے کو کھانے سے اور پیاسے کو پانی سے محبت ہوتی ہے۔ اس طرح کی چیزوں سے محبت کو طبعی محبت کہا جاتا ہے اور اس میں تعظیم کی قید نہیں۔

۲: رحم و کرم، شفقت و مہربانی اور لطف و عنایت کی محبت: جو ماں باپ کی بچوں سے ہوتی ہے۔ اس قسم کی محبت میں بھی تعظیم شرط نہیں ہے۔

۳: الفت و انس: آپس میں میل جول اور مصاحبت کی وجہ سے جو محبت ہوتی ہے اسے محبت الفت و انس کہا جاتا ہے۔

♦..... محبت خاص: محبت خاص اس محبت کو کہا جاتا ہے جس میں محبت صرف اور صرف اللہ کی ذات کے لیے خاص ہو۔ اس کا نام



فرماتے ہیں:

المحب الصادق ان نطق نطق لله وباللہ  
وان سکت سکت لله وان تحرك فبامر الله  
وان سکن فسكونه استعانة على مرصاة الله  
فحبه لله وباللہ ومع الله .

(مفتاح دارالسعادة: ۱/ ۱۶۰)

”سچا محب اگر بولے تو وہ اللہ کے لیے اللہ کی مدد سے اسی  
کی بات بولتا ہے اگر وہ خاموش رہے تو اس کی خاموشی بھی  
اللہ کے لیے ہوتی ہے اگر وہ حرکت کرے تو بھی اللہ کے حکم  
سے کرتا ہے اگر وہ حرکت نہ کرے تو اس کی عدم حرکت بھی  
خوشنودی الہی پر مددگار ثابت ہوتی ہے اور اس کی محبت اللہ  
کے لیے اللہ کی مدد سے اور اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔“

مومنوں کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت ہونی چاہیے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی محبت کا ذکر کرتے

ہوئے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرة: ۱۶۵]

”اور مومن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔“

یعنی سچا ایمان دار وہ ہے جو دنیا کی تمام عارضی چیزوں سے بڑھ کر  
اپنے محبوب رب سے محبت کرتا ہو اور جو مسلمان اللہ تعالیٰ سے زیادہ  
کسی اور چیز سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔  
انبیاء و رسل علیہم السلام میں ایمان سب سے زیادہ ہوتا ہے، اس لیے  
ان کے دل میں محبت الہی بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ نبی ﷺ  
نے جب مشرکین مکہ کو اللہ کی طرف بلایا تو انھوں نے آپ ﷺ کے  
قلب اطہر سے حب الہی نکالنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا کبھی لالچ  
دے کر کبھی ڈرا دھمکا کر مگر نبی ﷺ نے کیا خوب جواب دیا:

﴿قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ  
الْعَالَمِينَ﴾ [الانعام: ۱۶۲]

”میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا اللہ کے لیے

ہے جو تمام عالم کا رب ہے۔“

تم مجھے دنیا کی بادشاہت اور دولت کا لالچ دیتے ہو، میں نے تو  
تہیہ کر رکھا ہے کہ میں اپنا تن من دھن اپنے رب کی محبت میں قربان  
کردوں گا مگر اس الہی دعوت کو نہیں چھوڑوں گا۔

سبحان اللہ! نبی ﷺ نے دنیا کی تمام چیزوں کی محبت کو ٹھوکر مار  
کر اللہ کی محبت کو ترجیح دی۔ عموماً انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ سے صرف  
دنیا مانگتا ہے دنیا کے مال و دولت کے لیے لے لے دنا نف کرتا ہے  
اور ہمیشہ دنیا کے مفاد کے لیے ہی اپنی زبان کو حرکت دیتا ہے۔ ہمیں  
چاہیے کہ ہم کبھی اس حقیقی شہنشاہ سے اس کی محبت کا بھی سوال کریں  
اس قادر مطلق سے اس کی قربت مانگیں جس طرح ہمارے پیارے  
نبی ﷺ مانگا کرتے تھے:

((اللهم انى أسألك حبك وحب من يحبك

والعمل الذى يبلغنى حبك، اللهم اجعل

حبك احب الي من نفسى واهلى ومن الماء

البارد.))

(جامع ترمذی، رقم الحديث: ۳۴۹۰)

”اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت، تجھ سے محبت کرنے  
والوں کی محبت اور ایسے عمل کا طالب ہوں جو تیری محبت  
تک پہنچا دے۔ اے اللہ! تو میرے دل میں اپنی محبت کو  
میری جان، میرے اہل و عیال اور (گرمیوں کے موسم اور  
پیارے کی شدت میں) ٹھنڈے پانی کی محبت سے زیادہ  
عزیز کر دے۔“

ہمارے پیارے نبی ﷺ اپنے رب سے اس کی محبت کا سوال  
کیا کرتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم جہاں دنیا کی دوسری  
ضروریات اللہ سے مانگتے ہیں وہاں اللہ سے اس کی محبت کا بھی  
سوال کریں کیوں کہ جن کو ذات الہی کا سچا پیار نصیب ہوتا ہے وہ دنیا  
و آخرت کی تمام نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی  
اپنی عظیم ذات سے سب سے زیادہ محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے

اور ہمیں بھی اپنے پیاروں کی فہرست میں شامل فرمائے، آمین۔  
امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محبت ہی دلوں کی زندگی ہے،  
روحوں کی غذا ہے۔ دل کو لذت محبت ہی سے نصیب ہوتی ہے۔  
جب دل حقیقی خالق اور معبود کی محبت سے خالی ہو تو اجڑ جاتا ہے اور  
ویران ہو جاتا ہے۔ دل کی زندگی خشک ٹہنی کی طرح مرجھا جاتی ہے  
اور وہ چلتا پھرتا انسان مردہ لاش کی طرح ہو جاتا ہے۔

(الجواب الکافی، ص: ۲۸۲، ۲۸۳)

### اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے کی علامات

۱۔ بے تابی سے اللہ سے ملاقات کی خواہش:

اس بات کا کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کوئی بندہ اپنے  
محبوب سے دلی محبت کرتا ہو اور اپنے محبوب سے ملنا نہ چاہتا ہو یا  
اسے اپنے محبوب کے دیدار کی تمنا نہ ہو۔ اسی طرح رب عظیم سے سچی  
محبت کرنے والے کی ہمیشہ خواہش رہتی ہے کہ اپنے رب سے  
ملاقات کرے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ  
نے فرمایا:

((من احب لقاء الله احب الله لقاءه، ومن

كره لقاء الله كره الله لقاءه .))

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی

اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی

ملاقات کو پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند

نہیں کرتا۔“

ازواج مطہرات میں سے کسی نے پوچھا: کیا اللہ کی ملاقات کو  
پسند کرنے سے مراد موت ہے؟ موت کو تو ہم بھی پسند نہیں کرتے۔ تو  
آپ علیہ السلام نے فرمایا:

”ایسے نہیں جس طرح تم کہتے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ مومن

کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کی خوشنودی اور اس کی

ہاں اس کی عزت کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ اس وقت  
مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو آئندہ  
ہونے والی ہوتی ہے، یعنی اللہ سے ملاقات، اس کی رضا  
اور جنت کا حصول وغیرہ، اس لیے وہ اللہ سے ملاقات کو  
پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔“

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۵۰۷)

محبت جب اپنے محبوب سے ملتا ہے تو بڑے قیمتی اور نایاب  
تحائف پیش کرتا ہے تاکہ اس کا محبوب اس سے راضی رہے۔ مقام  
غور یہ ہے کہ ہم نے اپنے محبوب رب سے ملاقات کے لیے کن  
تحائف کو جمع کیا ہے! ہمیں اپنے محبوب رب کو راضی کرنے کے لیے  
کون کون سے نایاب تحفوں کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ  
فرماتے ہیں:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا  
يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ [الكهف: ۱۱۰]

”تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اُسے  
چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت  
میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے  
والے کو دو تحفوں کا بندوبست کرنا چاہیے:

۱: عقیدہ توحید: اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں کسی کو شریک نہ  
کیا جائے۔

۲: عمل صالح: عقیدہ توحید کے ساتھ ساتھ عمل صالح کا بھی  
بندوبست کیا جائے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہو اور اللہ کی ذات اور  
اس کی کسی صفات میں کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اور اس کے ساتھ  
ساتھ نیک عمل بھی کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی ملاقات کو پسند  
فرماتا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ وَهُوَ

نصیب ہوگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنا سایہ عطا فرمائے گا (ان میں سے ایک یہ ہے):

((ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه . ۹۹))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۶۰)

”وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں رو دیں۔“

تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا جہاں اللہ عزوجل سے محبت کی علامت ہے وہیں اس سے عرش بریں کے سائے کا مستحق بننے کی سعادت بھی حاصل ہوتی ہے۔

رب عظیم تو اپنے بندے کو تنہائی میں آوازیں دے کر بلاتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر يقول: من يدعوني فأستجب له من يسألني فأعطيه من يستغفرني فأغفر له .))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۱۴۵)

”ہمارا پروردگار بلند برکت والا ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تنہائی حصہ رہ جاتا ہے، وہ کہتا ہے: کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں، کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔“

ہمارا رب ہمیں رات کی تنہائی میں آوازیں دے دے کر بلاتا ہے کہ اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے تو مجھ سے مانگو، میں تمہیں عطا کروں گا۔ مگر ہماری بد نصیبی دیکھیے کہ ہم ضرورت اور احتیاج کے باوجود اس کے در پر حاضر نہیں ہوتے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہم اپنی ذات کے ساتھ ہی مخلص ہیں یا نہیں؟

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿[العنكبوت: ۵]

”جسے اللہ کی ملاقات کی امید ہو پس اللہ کا ٹھہرایا ہوا (مقرر) وقت یقیناً آنے والا ہے، وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا اس کے لیے دردناک وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ مَا وَيَهُمُّ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝﴾

[یونس: ۸، ۷]

”جو لوگ ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی ہی پر خوش ہو بیٹھے ہیں اور اسی پر مطمئن ہیں اور ہمارے نشانوں سے غافل ہیں ان کے اعمال کے بدلے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

۲۔ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا:

جس طرح دنیا کی عارضی چیزوں کی محبت میں بندے کی خواہش ہوتی ہے کہ تنہائی میں اپنے محبوب سے ملاقات ہوتا کہ دل کی باتیں جو وہ دوسروں کے سامنے کہہ نہیں سکتا، وہ تنہائی میں کہہ سکے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کے بندے کو اپنے رب کی عبادت کے لیے تنہائی کا بندوبست کرنا چاہیے جس میں وہ اپنے رب سے اپنے دل کی تمام مرادیں بغیر کسی شرم و حیا کے مانگ سکے۔

محمد بن علاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

”جس شخص کو اللہ کی ذات سے محبت ہو جاتی ہے اس کو یہ بات گوارا نہیں ہوتی کہ لوگوں پر یہ راز منکشف ہو اور لوگوں کو اس کے بارے میں اس بات کا پتا چلے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہے۔“

(التواضع والتمول لابن ابی الدنیا: ۶۴، تفسیر ابن کثیر: ۳۴۳/۶)

اپنے محبوب رب کو تنہائی میں یاد کرنے والے شخص کو اس کا سایہ

# ابو عبد اللہ سیدنا حسین ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

محمد سلیم چنیوٹی

جوانوں کے سردار ہیں۔“ (سلسلة الأحادیث

الصحيحة: ۷۹۶، جامع ترمذی: ۳۷۸۱)

نبی کریم ﷺ کو حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہما سے انتہا درجے کی محبت تھی۔ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ان دونوں کے بارے ملاحظہ فرمائیے:

((هما ريحانتاي من الدنيا .))

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ۳۷۵۳)

”دونوں (حسن و حسین) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔“

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے محبوب نواسے تھے اور چال ڈھال میں نبی کریم ﷺ کے مشابہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا:

’حسین میرے ہیں اور میں حسین کا ہوں۔ اور اللہ اُس شخص

کو دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھے۔ حسین ایک سبط

ہیں اسباط سے۔“ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ: ۵۶۹/۳)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”حسن سینے سے لے کر سر تک اور حسین سینے سے نیچے تک

اپنے نانا نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کے مشابہ

تھے۔“ (اسد الغابہ: ۵۶۹/۳)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بڑے پاک باز، شب زندہ دار اور بہ کثرت

قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے تھے۔ سخاوت میں اپنی مثال

آپ تھے۔ عابد و زاہد تھے۔

جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو جناب حسین رضی اللہ عنہ کی عمر

مبارک چھ برس سات ماہ تھی اور یہ سن ۱۱ھ تھا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے

سیدنا حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی پیدائش ۵ شعبان المعظم (جنوری ۶۲۶ء) کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے جب ابو عبد اللہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی پیدائش مبارک کا سنا تو بہت خوش ہوئے۔ اسی وقت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نو مولود کو میرے پاس لاؤ۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیٹا لا کر جناب رسول اللہ ﷺ کی آغوش مبارک میں رکھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اس کا نام کیا رکھا ہے؟ جواب ملا: ”حرب“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حرب“ نہیں اس کا نام ”حسین“ ہے۔

آپ ﷺ نے جناب حسین رضی اللہ عنہ کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں میں تکبیر پڑھی اور بہ طور گھٹی کھجور کو دہن مبارک میں چبا کر جناب حسین رضی اللہ عنہ کے تالو مبارک سے لگایا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے اس بیٹے سے رسول اللہ ﷺ کو بڑی محبت تھی۔ اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی محبت تھی۔ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ اپنے کندھوں پر سوار کرتے اور ان کا خاص خیال فرماتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق ان کی فضیلت اس طرح بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک یہ فرشتہ اس رات سے قبل کبھی زمین پر نہیں آیا،

اس نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ وہ مجھے سلام

کرے اور مجھے خوش خبری دے کہ بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی

عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سخت افسوس سے اپنے دونوں بیٹوں کو ناراضی سے کہا کہ تم نے اس فریضے کو کیوں ہوش سے انجام نہ دیا۔ مگر بلوائی قصر خلافت کی دوسری طرف سے داخل ہوئے تھے۔ جناب حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو خبر ہی نہ تھی۔

جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امت مسلمہ سخت صدمے میں تھی۔ اسی دوران جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلامی سلطنت کے دارالحکومت مدینہ طیبہ کو چھوڑا اور کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنالیا، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد محترم کے ساتھ ہی کوفہ منتقل ہو گئے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بڑے عبادت گزار تھے۔ انھوں نے پایادہ پچیس حج کیے۔ مشرکین کے خلاف جہاد کیے۔ خارجی جو اسلامی تعلیمات کے منکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ خدا کا درجہ دے کر مسلمانوں کے عقائد بگاڑتے تھے، کے خلاف بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سینہ سپر رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مہمان نواز، سخاوت میں بڑھے ہوئے، مستجاب الدعا اور محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے سے کوئی بھی سوالی خالی واپس نہ جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ سنت مطہرہ کی شدت سے پابندی کرتے تھے۔ اس نواسہ رسول جناب حسین رضی اللہ عنہ سے احادیث کی روایات بھی ہیں۔ آپ نے سیدنا فاروق اعظم، سیدنا علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمہ الزہراء اور ہند بن ابی ہالہ رضوان اللہ علیہم سے احادیث روایت کی ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے امور خلافت سنبھالے۔ ابھی چھ ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ شورش زیادہ ہو گئی۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست برداری کا اعلان فرمایا۔ اس طرح انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کو پورا فرمایا کہ ”میرا بیٹا حسن بن علی، مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کروائے گا۔“ (مسند احمد) چنانچہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ جب سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ

اپنے محبوب نانا، جناب رسول اللہ ﷺ کی جدائی کو بہت محسوس کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ چپ چپ مغموم رہنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے صرف چھ ماہ بعد ہی آپ رضی اللہ عنہ کی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئیں۔ پیارے نانا کریم رضی اللہ عنہ اور اپنی پیاری والدہ رضی اللہ عنہ کا صدمہ بڑا شدید تھا۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ صبر و رضا کے پیکر تھے۔ اپنے مولا کریم رب ذوالجلال کی رضا کو ہمیشہ پیش نگاہ رکھنے والے جناب حسین رضی اللہ عنہ نے کمال تحمل سے یہ صدمات برداشت کیے۔

جناب رسالت مآب نبی کریم رضی اللہ عنہ کے بعد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جناب حسین رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ برس ہو چکی تھی۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اپنے پیارے آقا ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے جناب حسین رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت کرتے اور ان کی تعظیم بجا لاتے۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو جناب حسین رضی اللہ عنہ کامل شعور کی عمر میں تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کو شفقت و محبت سے نوازتے اور قرابت رسول ﷺ کا انتہائی خیال فرماتے رہے۔

جب سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا دور حکومت آیا تو جناب حسین رضی اللہ عنہ بھرپور جوانی کی عمر میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فنون سپہ گری کے ماہر اور ایک بہترین گھڑ سوار مشہور ہو چکے تھے۔ ۳۰ھ میں جناب حسین رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں جہادی مہمات میں حصہ لینا کر دیا تھا۔ طبرستان میں فوج کشی ہوئی تو اس فوج میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ اسی دوران جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف باغیوں نے سر اٹھایا اور قصر خلافت کا محاصرہ ہو گیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو فوراً قصر خلافت کے دروازے پر تلوا دیے کہ کھڑا کیا تاکہ امیر المؤمنین کی حفاظت کی جاسکے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو حضرت علی



یہ دست برداری کی تو اس فیصلے سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی سے سخت اختلاف کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مشہور لڑائی قسطنطنیہ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی شریک جہاد تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ دل کی بات دل میں رکھنے کے عادی نہ تھے۔ صاف صاف بات منہ پر کہہ دیا کرتے تھے۔ دورِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ایک صحابی حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جناب امیر المومنین معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اس قتل کے محرکات پر کھل کر گفتگو فرمائی۔

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ چونکہ اسلام کا ارتقا خود آنکھوں سے دیکھتے چلے آ رہے تھے۔ زمانہ خلافت راشدہ کے عینی شاہد تھے۔ اسلام جیسے عالم گیر مذہب کی اشاعت و تبلیغ میں خود حصہ لے چکے تھے۔ اب جناب امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے سن ۵۶ ہجری میں اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کیا تو حالات نے ناسازگاری کی طرف رخ موڑنا شروع کر دیا۔ ادھر سازشیوں نے ایک دفعہ پھر اسلامی غیرت کو لکا کر شروع کیا اور ایک منصوبہ بندی سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط وفاداری لکھنے شروع کر دیے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے جبریل امین علیہ السلام نے خبر کئی سال پہلے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے رکھی تھی۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے والد گرامی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو (دیکھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت کیوں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے ناراض کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسو کیوں بہاؤں؟ کچھ دیر کے بعد زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ نکلے:

”میرے پاس سے ابھی جبریل علیہ السلام اٹھ کر گئے ہیں، انھوں نے مجھے بتایا کہ حسین کو فرات کے کنارے قتل (شہید) کیا جائے گا۔“ (مسند احمد: ۶۴۸)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب حسین بن علی رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں، بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل علیہ السلام نے ابھی بتایا کہ اس (حسین) کو میری امت میرے بعد قتل کرے گی۔“ (تاریخ دمشق ابن عساکر کی روایت: ۱۹۲/۱۳)

۶۱ ہجری میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تھے کہ کوفیوں (عراقیوں) نے اپنی وفاداریاں ظاہر کرنے کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے تاکہ یہ سمجھا جائے کہ کوفے کے لوگ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے حقیقی محبت رکھتے ہیں۔ مگر یہ سب منصوبہ بندی کا حصہ تھا۔ ادھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نظام حکومت میں جو خرابیاں محسوس فرما رہے تھے انھیں دور کرنے کے خواہش مند تھے۔

اہل عراق (کوفیوں) نے مسلسل خطوط لکھ کر وفاداری کا یقین دلایا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا قصد فرمالیا۔ اس ارادے کا جب حضرت عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، حضرت ابوسعید خدری اور جابر رضی اللہ عنہم اور آپ کے بھائی محمد بن الحنفیہ کو پتا چلا تو انھوں نے جناب حسین رضی اللہ عنہ کو اس ارادے سے روکنا چاہا۔ حضرت علی کے بیٹے محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ تو کئی بار سختی سے انھیں منع کرتے رہے اور روتے رہے مگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جب ارادہ فرمالیا تو اس سے رکے نہیں بلکہ اپنے چچا حضرت عقیل کے بیٹے مسلم کو کوفے میں بھیجا کہ وہاں پہنچ کر فوراً مجھے حالات سے مطلع کریں اور سیاسی ہوا کا رخ مجھے بتائیں۔ چنانچہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جب کوفہ میں پہنچے تو عراقیوں نے بڑی آؤ بھگت کی اور انھیں اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور خوب حمایت کرنے لگے۔ اسی اثنا میں مسلم بن عقیل نے ایک رقعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ کر روانہ فرما دیا۔ اور حالات کی سازگاری کی طرف آمادگی ظاہر کر دی۔ یہ رقعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ملا تو انھوں نے اپنے قافلے کو سامان سمیت چلنے کا اعلان فرما دیا۔

ابھی راستے ہی میں تھے کہ انھیں ایرانی شاعر فردق اپنے ساتھیوں سمیت ملا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کوفہ کی ہوا کیا



اور اجازت دیتا ہوں کہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تم میں سے ہر ایک میرے گھر والوں کو ساتھ لے کر اپنے اپنے شہر اور علاقوں کی طرف چلا جائے اس لیے کہ یہ لوگ صرف میرے تعاقب میں ہیں اور اگر میں انھیں مل جاؤں تو دوسروں سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔“

(بہ حوالہ طبری: ۳۳۲/۷)

دس محرم الحرام ۶۱ھ کا وہ دن جمعۃ المبارک تھا۔ آپ نے اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! میرے نام و نسب پر غور کرو، دیکھو میں کون ہوں۔ سوچو تمھارے لیے میری توہین اور میرا خون بہانا جائز ہے؟ مجھے بتاؤ تو سہی، کیا میں تمھارے نبی ﷺ کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں تمھارے نبی کے چچا زاد بھائی علی المرتضیٰ شیر خدا کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا جعفر طیار اور سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میرے بزرگ نہیں ہیں؟ کیا تمھیں اپنے نبی کی حدیث یاد نہیں کہ میں اور میرا بھائی حسن جنت کے جوانوں کے سردار ہیں؟ اگر تم نہیں جانتے تو وقت کے محدثین جابر بن عبد اللہ انصاری، زید بن ارقم، ابو سعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعدی رضوان اللہ علیہم سے تصدیق کراؤ۔ پھر تم مجھے قتل کیوں کرنا چاہتے ہو؟ کیا میں نے تمھارا کوئی بندہ قتل کیا ہے؟ یا میں نے کسی کا کوئی مالی نقصان کیا ہے؟“

سیکڑوں مخالفین سے جب کوئی جواب نہ ملا تو آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

اے لوگو! اگر تمھیں میرا یہاں آنا پسند نہیں تو میں واپس وہاں چلا جاتا ہوں جہاں سے میں آیا ہوں۔ اگر تم مجھے مدینہ منورہ نہیں جانے دیتے تو میں کسی ایسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں امن سے رہ سکوں۔ میں وہاں چلا جاتا ہوں

ہے؟ فرزدق نے کہا: کوفے کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ قافلے سمیت کوفے کی طرف رواں دواں رہے۔ مقام ثعلبہ پر پہنچے تو دو اشخاص عبد اللہ بن سلیم اور ندری بن مشعل نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل کی اطلاع جناب حسین رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کی۔

اپنے قاصد اور چچا زاد کی شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بڑے رنج کا باعث تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے مشورے کے لیے پڑاؤ ڈالا۔ کوفہ کے نزدیک مقام شراف پر پہنچے تو محرم الحرام ۶۱ھ کا چاند نظر آ گیا۔ یہاں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں گفتگو فرمائی اور قافلے والوں سے رائے طلب کی۔ تمام قافلے والوں نے کہا کہ ہم اب پیچھے نہیں جائیں گے۔ ہم مسلم بن عقیل کے قتل کا ضرور بدلہ لیں گے۔ ۹ محرم الحرام ۶۱ھ کی رات جناب حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا:

”میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں مصیبتوں اور آسائشوں میں۔ اے اللہ! میں تیری حمد بیان کرتا ہوں کہ تُو نے ہمارے خاندان کو نبوت سے بزرگی بخشی اور ہمیں قرآن کی تعلیم دی، ہمیں ہمارے دین اور آئین سے آشنا کیا۔ اور اے اللہ! تُو نے ہمیں سماعت و بصارت اور دل عطا فرمائے اور ہمیں مشرکوں میں سے قرار نہیں دیا۔

ابا بعد! اپنے اصحاب سے زیادہ با وفا اور بہتر کسی کے ساتھی نہیں اور اپنے گھر والوں سے بہتر اور نیک اہل بیت میرے علم میں نہیں، اللہ کریم تم سب کو جزائے خیر دے۔ میرے جد امجد رسول اللہ ﷺ نے مجھے خبر دی تھی کہ میں عراق کی طرف لایا جاؤں گا اور عمورا یا کربلا کے مقام پر پڑاؤ ڈالوں گا اور میں اسی جگہ پر شہید کر دیا جاؤں گا اور اے اصحاب! اب وقت موعود آن پہنچا ہے۔ میں اب تم کو اپنی طرف سے آزاد کرتا ہوں اور بیعت تم سے اٹھاتا ہوں

جہاں سرحدوں پر مشرکین و کفار سے جہاد کر سکوں۔ اگر نہیں تو مجھے یزید کے پاس بھیجا جائے۔ میں اپنے معاملات اپنے چچا (معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما) کے بیٹے سے مل کر خود طے کر لوں گا۔“

مگر یہ کربلا کی زمین وہ زمین تھی جہاں جبریل علیہ السلام نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا دی تھی۔ مخالفین نے اپنے ارادوں کو انجام دینا شروع کیا۔ قافلہ حسینی میں شامل حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے دیگر بھائی حضرت عباس بن علی المرتضیٰ (علم دار)، حضرت عبداللہ بن علی، حضرت جعفر بن علی، حضرت عثمان بن علی، حضرت ابوبکر بن علی اور محمد بن علی۔ اسی طرح سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے قاسم، عبداللہ عمر اور عبداللہ ابوبکر اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے علی اکبر اور علی اصغر، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے چچا عقیل بن ابی طالب کے بیٹے جعفر، عبدالرحمن اور عبداللہ، مسلم بن عقیل کے صاحب زادے عبداللہ اور محمد بن مسلم اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے صاحب زادے عون اور محمد اور عدی رضوان اللہ ورحمته علیہم اجمعین بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی میدان کربلا میں سازشیوں کے نشانے سے بچ نہ سکے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس سارے واقعے سے امت مسلمہ کو عظیم سبق ملتا ہے کہ اسلام قربانیوں کا دین ہے۔ روزِ اوّل سے اسلام کی عظمت و شوکت کے لیے اس کے ماننے والوں نے قربانیاں دی ہیں۔ مصیبت و آزمائش کی گھڑیوں میں ہمیں صبر و حوصلے کا دامن ہاتھوں سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اولاد کی جدائی اور ان کی شہادتوں پر دل خون کے آنسو ضرور روتا ہے مگر کپڑے پھاڑنا، اپنے سینے اور بدن کو تیز دھار آلوں سے چھلنی کرنا، طمانچہ مارنا حسینی طریقہ نہیں ہے۔

حضرات صحابہ و اہل بیت اطہار سب کے سب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار تھے۔ ان تمام کی زندگیاں ہمارے لیے نمونہ و سیرت ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق اعظم، سیدنا عثمان

بن عفان ذوالنورین اور جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب کے سب خلفائے راشد تھے۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پاسبان اور اسلام کے سپہ سالار تھے۔ ان کے بعد تمام اصحاب رسول ہمارے لیے عزت و احترام کے لائق ہیں۔ ان سب کی تعظیم و اکرام سب کلمہ گو اور ہر سچے مسلمان کے لیے واجب ہے۔ اصحاب رسول پر سب و شتم کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ جو یہ کرتا ہے وہ بندہ اپنے ایمان کی فکر کرے۔ اللہ کریم سے دعا ہے اللہ کریم ہمارے حال پر رحم فرمائے اور اسلامی تعلیمات سے نابلد، واعظان بے تاثیر اور ذاکرین بے توقیر سے ہمیں محفوظ فرمائے جو من گھڑت قصے و کہانیاں سنا سنا کر لوگوں کے ایمان خراب کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں۔

کربلا میں شہید ہونے والے اصحاب کے ناموں پر غور کریں تو ان میں ابوبکر، عمر، عثمان نام والے بھی نظر آتے ہیں اور یہ نام اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے بیٹوں کے ہیں جنہیں اصحاب ثلاثہ سے محبت و اُلفت تھی۔ آج واقعہ کربلا سنانے والے ان ناموں کو اپنی تحریروں اور تقریروں میں گول کر جاتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں اصحاب رسول اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عقیدت عطا کر کے، آمین یا رب العالمین۔

### دعائے مغفرت

حاجی عبدالغفور صاحب (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع چنیوٹ) کی اہلیہ محترمہ گزشتہ دنوں وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ ایک صالحہ خاتون تھیں۔ ان کا ایک بیٹا عبدالصبور حافظ قرآن ہے، اسے مرحومہ نے جامع مسجد مبارک اہل حدیث لاہوری گیٹ چنیوٹ کے لیے تقریباً وقف کر دیا تھا۔ یہ سعادت مند بیٹا مسجد مذکور کی خدمت اذان، مسجد کی صفائی اور دیگر امور کے لیے ہمہ تن مصروف ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے، آمین۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

## مارشل لا کو کون روکے گا؟

انصار عباسی

۲۸

ہمارا نظام ثبوت مانگتا ہے۔ کوئی پوچھے کہ کیا مشرف نے لکھ کر دیا ہوگا کہ بگٹی کو مار ڈالو اور لال مسجد کے بچوں کو بھون ڈالو۔ آخر کسی نے تو حکم دیا، کسی کے کہنے پر تو یہ کارروائیاں ہوئیں۔ اگر مشرف نہیں تو پھر وہ کون تھا۔ اگر یہ ہمارا نظام ہے تو پھر یہ سب مذاق کے علاوہ کچھ نہیں۔ اعلیٰ عدلیہ کے درجنوں جج حضرات گواہ ہیں کہ انھیں کس کے حکم پر ان کے گھروں میں قید کیا گیا مگر ہمارا نظام دیکھیں کہ یہاں بھی ثبوت مانگتا ہے۔ کوئی پاگل ہی لکھ کر ایسا کرے گا۔ مشرف کے اس وقت کے قریبی ساتھیوں کو پولیس اٹھائے اور انھیں تفتیش میں شامل کرے سب ثبوت مل جائیں گے۔ مگر حکومت ایسا کرنے سے گریزاں ہے۔ مشرف کی ان وارداتوں کے کئی گواہ موجود ہیں۔ مگر پولیس اور استغاثہ تو لگتا ہے کہ مشرف کو بچانے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ میاں نواز شریف اور ان کی پارٹی تو بڑے بڑے دعوے کرتی تھی۔ مگر حکومت میں آنے کے بعد محسوس ایسا ہوتا ہے کہ ان کا بھی مشرف سے ویسا ہی مک مکا ہو گیا جیسا زرداری اور پی پی پی کی حکومت کا اس ڈکٹیٹر کے ساتھ ہوا تھا۔ اندر کی کہانی کیا ہے میں نہیں جانتا مگر ایک بات طے ہے کہ اگر مشرف کو سزا نہ ملی تو اس ملک میں مارشل لا کو کوئی نہیں روک سکتا۔ آج نہیں تو کل مارشل لا ضرور لگے گا، چاہے ہم جو مرضی دعوے کرتے ہیں۔ اگر مشرف جیسے شخص کو اس کے کیے کی سزا نہیں مل سکتی اور قانونی خامیوں اور نظام عدل کی کمزوریوں کی وجہ سے وہ بچ نکلتا ہے تو یہ ہمارے پورے نظام کے منہ پر طمانچے سے کم نہیں۔ ہمیں اس نظام کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اگر انصاف یہ ہے تو پھر عام جرائم میں ملوث افراد کو قید و بند

سمجھ نہیں آتا یہاں بندہ کس کس چیز کو روئے۔ جس طرف دیکھیں مایوسی ہی مایوسی ہے۔ سب پر عیاں ہے کہ بہ حیثیت قوم ہم تباہی کے سفر پر ہیں مگر کوئی روکنے والا نہیں۔ سب اپنے اپنے مفادات کے پجاری ہیں اور ملک و قوم کا کسی کو کوئی خیال نہیں۔ ہم اپنے اپنے ذاتی مفادات کے لیے ملک کا بیڑا غرق کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر پاکستان کو (خدا نخواستہ) کچھ ہو گیا تو ہمارے کاروبار، ہمارے عہدے، ہماری سیاست، ہماری حکومت، ہماری ٹورنار سب کس کام کی ہوگی۔ سوچ رہا تھا کہ حالیہ امریکی ڈرون حملہ اور حکیم اللہ محسود کے مارے جانے کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال پر لکھوں گا مگر ابھی مجھے ایک موبائل پیغام کے ذریعے خبر ملی کہ جنرل مشرف کو رہا کرنے کے تمام لوازمات پورے ہو چکے اور اب وہ ایک آزاد شخص ہیں۔ اس ایس ایم ایس پیغام کو پڑھ کر میں سوچنے لگا کہ اگر مشرف کو ان کے جرائم پر سزا نہیں مل سکتی تو پھر یہ ہم سب کے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ مشرف نے ایک نہیں بلکہ دو مرتبہ آئین شکنی کی مگر کوئی اسے پوچھنے والا نہیں۔ سپریم کورٹ اپنے ۳۱ مئی ۲۰۰۹ کے فیصلے میں یہ کہہ چکی کہ مشرف ۳ نومبر کے مارشل لاء کا اکیلا ذمہ دار تھا اور اس کا ثبوت بھی موجود ہے مگر اس کے باوجود معلوم نہیں نواز شریف حکومت اور ایف آئی اے کو اور کیا ثبوت چاہئیں؟ سارا جہاں گواہ ہے کہ مشرف کے حکم پر لال مسجد آپریشن ہوا اور سیکڑوں افراد کو قتل کیا گیا مگر پولیس کے پاس کوئی ثبوت نہیں اور عدالتیں کیس سے مطمئن نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ مشرف کے حکم پر نواب اکبر بگٹی کو قتل کیا گیا مگر

کردے۔ اگر ایران امریکی ڈرون گرا سکتا ہے تو ہم کیوں نہیں ایسا کر سکتے۔ ہم تو ایٹمی طاقت ہیں۔ ہم بیس کروڑ کی قوم ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے پاس دنیا کی بہترین فوج موجود ہے۔ مگر اس سب کے باوجود پاکستان کے ساتھ جو سلوک امریکا نے روا رکھا ہے، وہ ہمارے لیے ذلت اور رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں۔ ہم ایک بادقار اور با غیرت قوم کے طور پر اُسی صورت زندہ رہ سکتے ہیں جب ہم امریکا کے جال سے نکلیں گے اور اپنی مدد آپ کے تحت اس ملک کے نظام کو چلائیں گے۔ یہ اُسی وقت ہوگا جب حکمران طبقہ اس ملک سے مخلص ہوگا اور عوام بھی بے ایمانیوں، فراڈ اور دھوکہ دہی سے گریز کریں گے اور ملکی ترقی میں شامل ہوں گے۔ ٹیکس ادا کریں گے۔ آج نہ حکمران طبقہ ملک سے مخلص ہے اور نہ ہی عوام ملک کی بہتری کے لیے اپنا حصہ ڈال رہے ہیں جب کہ ہمارا دشمن پاکستان کو تباہ کرنے کی سازش میں مصروف عمل ہے۔

(بہ شکر یہ روزنامہ ”جنگ“، ۷ نومبر ۲۰۱۳ء)

میں رکھنے کا کیا جواز ہے۔ اگر حکومت مشرف کو سزا دینے میں مخلص نہیں تو اپوزیشن بھی صرف تماشا لگانے میں دلچسپی رکھتی ہے۔ پاکستان کے مسائل کو دیکھیں کہ کس قدر سنگین چیلنجز کا ہمیں سامنا ہے مگر ہماری اپوزیشن شاہراہ دستور پر سینٹ اجلاس بلا کر کھیل تماشا کر رہی ہے امریکا پاکستان کی تباہی کے ایجنڈے پر کام کر رہا ہے اور ہم سب اپنی آنکھوں کے سامنے امریکا کی طرف سے یہاں دہشت گردی کو ہوا دینے اور امن کی ہر کوشش کو سبوتاژ کرنے کے باوجود اسی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ چوہدری ثار علی خان نے تو امریکا کے خلاف بول کر اور اس کی سازش کو بے نقاب کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال دی مگر میاں صاحب کو کون سمجھائے کہ امریکی ٹکوں پر بھروسے کا مطلب ہماری موت ہے نہ کہ زندگی۔

اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو امریکا کی مدد کے بغیر۔ اگر امریکا ڈرون نہیں روکتا تو عمران خان کا نیٹو سپلائی لائن روکنے کا فیصلہ غیرت مندانہ ہے۔ کاش میاں صاحب کی حکومت یہ فیصلہ کر دے۔ کاش میاں صاحب کی حکومت اللہ پر اپنے یقین کا عملی مظاہرہ

### اکاؤنٹنٹ کے ضرورت مند

کسی کمپنی، فرم یا ادارے کے لیے پارٹ ٹائم اکاؤنٹنٹ کی ضرورت ہو تو ایک نوجوان تعلیم ای بی اے (فنانس) ایم ایس (سٹیٹ)، سابق ملازم نیشنل بینک پاکستان (مستعفی ۲۰۰۷ء) اکاؤنٹنگ کا تجربہ رکھتے ہیں۔ ضرورت مند احباب رابطہ کریں۔  
(رشید حفیظ C/o مولانا ابوبکر صدیق السنفی صاحب، جامع مسجد نجم اہل حدیث، احاطہ تھانیدار لاہور۔ فون: 0321-4603198)

### ہفت روزہ الاعتصام کی جلدیں خرید فرمائیں

ہفت روزہ الاعتصام کی سابقہ برسوں کی فائلیں برائے فروخت موجود ہیں۔ ۲۰۰۶ء سے ۲۰۱۳ء تک کی فائلیں مبلغ آٹھ سو روپے فی جلد کے حساب سے دستی حاصل کریں بذریعہ ڈاک مبلغ ایک ہزار روپے فی جلد ہوگا۔  
یہ جلدیں اہل علم، لائبریریوں اور کتب خانوں کے لیے ایک علمی تحفہ ہیں۔ تعداد محدود ہے، اس لیے جلد رابطہ کریں۔  
نوٹ: اگر کوئی صاحب یا ادارہ ہفت روزہ ”الاعتصام“ کی مکمل فائل خریدنے کا خواہش مند ہو تو مناسب قیمت پر خریدنے کے لیے فوراً رابطہ کرے۔ (ہفت روزہ الاعتصام، ۳۱ شیش محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰)

# تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسٹوں کا آنا ضروری ہے

گئے ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی عبید اللہ خان عقیف، حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی، مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا حافظ عبدالوہاب روپڑی، الشیخ امین اللہ پشوری، مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور، مفتی جامعہ الرشید کراچی، الشیخ عبدالعزیز نورستانی، مولانا خالد مرجاوی، حافظ عبدالستار الحما، حافظ عبداللہ رفیق رحمہ اللہ۔

کتابچے کی وجہ تالیف اور اپنے خاندان میں وجہ تنازعہ لڑکے عزام نعیم کی عجب کہانی زیر تبصرہ کتاب کے صفحہ ۴۸ پر درج ہے۔

ایمان کے تین درجات

از افادات: پروفیسر عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ

ضخامت: ۷۲ صفحات

ناشر: دارالسیاف، اردو بازار، مچھلی منڈی، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتابچہ دراصل پروفیسر حافظ عبداللہ صاحب بہاولپوری کا ایک خطبہ جمعہ ہے جسے کیسٹ سے نقل کر کے صفحات کی زینت بنا دیا گیا ہے۔ جمعۃ المبارک کے اس خطبے کی تخریج و تسوید ابوسیف اعجاز احمد تنویر صاحب نے کی ہے۔ اور اس پر مقدمہ محترم ظفر اقبال صاحب نے لکھا ہے۔

پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ نے ایمان کے تین درجات کو بڑے احسن انداز میں اور اصلاح و تربیت کی رو سے عمدہ طور پر بیان فرمایا ہے۔ ایمان کا پہلا درجہ یہ ہے کہ قرآن و سنت سے (بقیہ صفحہ نمبر ۳۲ پر ملاحظہ کیجیے)

چھوٹے بچوں کی پرورش

(حق حضانہ و کفالت کے مسائل)

مرتب: حامد محمود

ضخامت: ۹۵ صفحات

ناشر: دارالسیاف، اردو بازار، مچھلی منڈی، لاہور

فون: 042-3736412

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتابچہ چھوٹے بچوں کی پرورش (حق حضانہ) کے بارے میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کتابچے کا لب لباب یہ ہے کہ کسی شادی شدہ آدمی کی وفات ہو جائے یا کسی عورت کا خاوند شہید ہو جائے تو ان میں سے پیدا ہونے والے بچی بچے کی پرورش کا حق عورت کے خاندان (نانا، نانی) والوں کا ہے یا مرد کے خاندان (دادا، دادی) کا ہے؟ جب کہ بیوہ نے نئے شوہر سے شادی کر لی ہے۔

یہ ایک المیہ ہے کہ جب عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جائے تو چھوٹے بچوں کی پرورش کے بارے دو خاندانوں میں لڑائی سی رہنے لگتی ہے۔ ان بچوں کو ننھیال اور ددھیال میں کھینچا تانی کی صورت حال سے واسطہ رہنے لگتا ہے۔ یہ کتابچہ بھی ایسے ہی دو خاندانوں کے درمیان تنازعے کے تناظر میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کتابچے میں علمائے کرام سے ایک سوال نامے کے ذریعے حاصل کیے گئے جوابات یکجا ہیں۔ اس کتابچے میں علمائے کرام نے تفصیل کے ساتھ حق حضانہ و پرورش کی بات قرآن و حدیث کے ذریعے سمجھانے کی سعی فرمائی ہے۔

کتابچے میں جن علمائے کرام و شیوخ الحدیث کے فتاویٰ دیے



## فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لاہوری

دارالدعوة السلفية، لاہور

۳۱

۲۹۷ء۸۲	مہدی علی خان	۲۹۷ء۸۲	حسین بن محمد تقی النوری۔
م ۲۸۷۳	آیات بینات، ص: ۹۲۔ مطبع مصطفائی، حیدر آباد	ن ۶۷	فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب،
۲۹۷ء۸۲	مرزا حیرت دہلوی	ص: ۱۰۳۔ حزب الاسلام، لاہور۔	
م ۶۱۷	کتاب شہادت، ص: ۵۲۔ مکتبہ جاء الحق، کراچی۔	۲۹۷ء۸۲	محمد منظور نعمانی
۲۹۷ء۸۲	عبدالکریم مشتاق	ن ۶۷	ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت، ص: ۲۹۶۔ ناشر:
م ۶۳	اہل بیت اور ازواج میں فرق، ص: ۲۰۸۔ رحمت اللہ		عمران اکیڈمی۔ (۲ عدد)
	لک، کراچی۔	۲۹۷ء۸۲	مشتاق احمد نظامی
۲۹۷ء۸۲	مظہر حسین	ن ۶۰	کر بلا کا مسافر، ص: ۲۰۵۔ مکتبہ نبویہ، لاہور۔
م ۵۵	بشارۃ الدارین بالصبر علی شہادۃ الحسین، ص: ۶۱۔	۲۹۷ء۸۲	حق نواز جھنگوی
	خدا مہل سنت، چکوال۔	ن ۳۸	شیعہ حضرات کی اسلام سے بغاوت، ص: ۴۸۔ انجمن
۲۹۷ء۸۲	محمد رفیع الدین (مجموعہ ۵ کتب)		سپاہ صحابہ، پاکستان۔
م ۴۴	اسلامی تحقیق کا مفہوم، مدعا اور طریق کار، ص: ۴۸۔	۲۹۷ء۸۲	محمد اقبال نعمانی
	دارالاشاعت الاسلامیہ۔	ن ۶۷	تحقیق واقعہ مباہلہ، ص: ۸۰۔ انجمن محمدیہ اتحاد
	۲۔ محمد اسماعیل السلفی۔ واقعہ الکف، ص: ۴۸۔ ندوۃ		المسلمین، لاہور۔
	المحدثین، گوجرانوالہ۔	۲۹۷ء۸۲	محمد الفاروقی النعمانی
	۳۔ محمد منظور نعمانی۔ ایرانی انقلاب، امام خمینی اور	ن ۶۷	الصدائۃ الکبریٰ، ص: ۱۶۰۔ ناشر: حزب الاسلام، لاہور
	شیعیت، ص: ۵۱۔ دارالدعوة السلفية۔	۲۹۷ء۸۲	غلام حسین خجفی
	۴۔ تحسین فراقی۔ مغربی جمہوریت اہل مغرب کی نظر	ن ۲۹۳	قول مقبول، ص: ۵۵۸۔ ادارہ تبلیغ اسلام، لاہور۔
	میں، ص: ۸۰۔ دیال سنگھ ٹرسٹ لاہوری۔	۲۹۷ء۸۲	مرزا حسین بن محمد تقی النوری
	۵۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ اسلامی وحدت اور پائیدار جمہوریت	ح ۵۳۷	فصل الخطاب، ص: ۱۰۳۔ معاویہ دارالاشاعت، لاہور
	کی مضبوطی بنیادیں، ص: ۲۰۔ مکتبہ منصورہ، لاہور۔	۲۹۷ء۸۲	غلام حسین خجفی
۲۹۷ء۸۲	مہدی علی خان	ن ۲۹۳	جاگیر فدک، ص: ۵۱۲۔ ناشر: جماعت شیعہ۔
م ۲۸۳	آیات بینات، ص: ۲۸۵۔ مطبع مصطفائی۔	۲۹۷ء۸۲	غلام حسین خجفی



ن ۲۹۳ ک	کیا ناصبی مسلمان ہیں؟ ص: ۲۵۶۔ ناشر: جماعت شیعہ۔	۲۹۷ء ۸۲	صلاح الدین یوسف
۲۹۷ء ۸۲	غلام حسین نجفی	ی ۷۷ م	ماہ محرم اور موجودہ مسلمان، ص: ۸۸۔ مکتبہ ضیاء
ن ۲۹۳ خ	خصائل معاویہ، ص: ۵۶۰۔ ناشر: جماعت شیعہ۔		الحدیث، لاہور۔
۲۹۷ء ۸۲	محمود سعد ناخ	۲۹۷ء ۸۲	صلاح الدین یوسف (مجموعہ ۳ کتب)
ن ۷۴ اش	شیعہ مذہب اور شیعہ فرقہ کے بارے میں خمینی کا نقطہ نظر، ص: ۴۵۔	ی ۷۷ م	ماہ محرم اور موجودہ مسلمان، ص: ۸۸۔ ناشر: جماعت
۲۹۷ء ۸۲	غلام حسین نجفی		غرباء اہل حدیث۔
ن ۲۹۳ ح	حقیقت فقہ حنفیہ در جواب حقیقت فقہ جعفریہ، ص: ۱۶۰۔ ناشر: جماعت شیعہ۔	۲- امان اللہ لک۔ نفاذ شریعت، ص: ۶۳۔ عکاس	پرنٹرز، پشاور۔
۲۹۷ء ۸۲	غلام حسین نجفی	۳- امان اللہ لک۔ نفاذ شریعت اور فقہ جعفریہ، ص: ۶۳۔ عکاس	پرنٹرز، پشاور۔
ن ۲۹۳ ب	معاویہ کا نبی اور آل نبی کو گالیاں دینا، ص: ۳۲۰۔ جماعت شیعہ	۲۹۷ء ۸۲	محمد عبدالرشید نعمانی
۲۹۷ء ۸۲	غلام حسین نجفی	ن ۳۱ ین	یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں، ص: ۲۳۶۔ مکتبہ
ن ۲۹۳ س	سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم، ص: ۴۴۰۔ جماعت شیعہ		اہل سنت و جماعت۔
۲۹۷ء ۸۲	اظہر ندیم	۲۹۷ء ۴۸	محمد الفاروقی النعمانی
ن ۳۸ ک	کیا شیعہ مسلمان ہیں؟ ص: ۳۰۴۔ تحریک تحفظ اسلام، پاکستان۔	ن ۳۱ ی	مقام یزید، ص: ۱۲۰۔ حزب الاسلام، لاہور۔
		۲۹۷ء ۸۲	محمد یوسف
		ی ۷۹ ح	حقیقت رافضیت، ص: ۲۹۶۔ الدار العلمیہ۔

### بقیہ: تبصرہ کتب

ہٹ کر کوئی کام ثواب کی نیت سے کیا جا رہا ہو تو اس کام کو بہ زور روکنا چاہیے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان صدق سے اسے روکنا ضروری ہے۔ اگر یہ دونوں قدرتیں نہ پائی جاتی ہوں تو پھر ایمان کا آخری اور کمزور درجہ یہ ہے کہ کم از کم اپنے ناتواں دل ہی میں اس امر غیر شرعی کو بُرا سمجھے۔

حافظ عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی تقاریر کیسٹوں میں محفوظ ہیں۔ اب تو اور آسانی ہو گئی ہے کہ ایک ہی سی ڈی میں کئی تقاریر ملتی ہیں۔ یہ تقاریر دین کی اصل دعوت ہیں۔ حافظ صاحب کی تقاریر سے کئی ایک لوگوں نے اپنے عقائد کا رخ درست کیا ہے اور اللہ کی توفیق سے جو لوگ دینی اقدار کی اصل سے ہٹے ہوئے تھے انھوں نے اپنی زندگیاں قرآن و سنت کی طرف موڑ لی ہیں۔ اب یہ کتابچہ بھی اصلاح و تربیت کے حوالے سے اچھی کاوش ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ ہے۔ خوب صورت ٹائٹل ہے۔ دارالسیاف اردو بازار مچھلی منڈی لاہور نے اس کو شائع کیا ہے۔ قیمت درج نہیں۔ ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

تالیف  
نواب سید محمد صدیق حسن خان  
(۶۱۸۹۰ — ۶۱۸۳۲)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ صَلَّيْهُ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ

تسہیل و تخریج  
حافظ عبداللہ سلیم  
حافظ شاہد محمود

# مجموعہ سائل عقیدہ

● عمدہ طباعت ● 3 مجلد ● قیمت Rs: 2100

تالیف  
مولانا محمد اسحاق بھٹی

برصغیر میں

# اہل تشیع کی اولیات

● عمدہ طباعت  
● مجلد  
● صفحات 184

ناشر

گل روڈ، گلی نمبر 5 حمید کالونی گوجرانوالہ  
055-3823990 / 0321-6466422

دارالطیب  
لنشر والتوزیع

ملنے کا پتہ

0321-4163595 کتاب سرائے اردو بازار لاہور  
021-2629724 فضلی بک سنٹر کراچی  
0321-7475072 مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ  
055-4441613 والی کتاب گھر گوجرانوالہ  
0300-8661763 مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور  
0423-7351124 مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور  
0412-2631204 مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد  
0322-4074195 دارالکتب گوجرانوالہ

## فکر و عمل

جب تیرا اختیار ہے پابندِ غیر کا  
قبضے میں تیرے ملکِ سلیمان ہوا تو کیا  
جب تک کہ آندھیوں سے بغاوت کرے نہ تُو  
امید کا چراغِ فروزاں ہوا تو کیا  
جب تک ترا ضمیر نہ ہو واقفِ جنوں  
پھولوں کی طرح چاکِ گریباں ہوا تو کیا  
توبہ ہے نامِ دہر میں ترکِ گناہ کا  
تُو دل ہی دل میں اپنے پشیمان ہوا تو کیا  
دل میں ترے اُمنگ ہی باقی نہیں رہی  
تجھ پر طلوعِ صبحِ بہاراں ہوا تو کیا  
”لبیک“ کہہ رہا ہے تُو آوازِ کفر پر  
کہنے کو تیرا نام مسلمان ہوا تو کیا  
شاہین کے بازوؤں کی حرارت ہے اور چیز  
زاغ و زغن کی طرح پہ افشاں ہوا تو کیا  
جب تک کہ تیرے دل میں نہ ہو درد  
ماہر بھی کارواں میں حدی خواں ہوا تو کیا  
(ماہرِ القادری)